مقالہ تحفظ علوم قدیمہ

جو

آل انڈیا اورینٹل کانفرنس کے اجلاس ہشتم منعقدہ دسمبر سنہ ۳۵ء

بمقام میسور پڑھا گیا

مرتبہ

سید ہاشم ندوی رکن دائرۃ المعارف

حسب ایماء مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ

حیدرآباد دکن

شمس الاسلام پریس میں طبع کیا گیا

۱۳۵۵ھ

فہرست مضامین

صفحات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اواخر دسمبر ۱۹۳۵ء میں آل انڈیا اورینٹل کانفرنس کے اجلاس ہشتم کے انعقاد کی اطلاعیں وسط نومبر میں ملیں۔ اس وقت راقم الحروف کتب خانہ ریاست رام پور میں بعض قلمی کتابوں کی تصحیح اور مقابلہ کے لیے مامور تھا۔

اگرچہ اس اہم اجلاس کی شرکت کے لیے مجلس دائرۃ المعارف نے اپنی علمی قدردانی سے اس خادم علم کا انتخاب فرمایا تھا لیکن اس کے لیے کوئی اہتمام نہ تھا۔ اس آخری اطلاع کے بعد کتب خانہ رام پور کی پرسکون صحبت علمی کے چھوڑنے کا نہ تو دل چاہتا تھا اور نہ صحت حسب دلخواہ تھی۔ بطور معذرت ایک عریضہ عالیجناب نواب مہدی یار جنگ بہادر بالقابہ (معتمد دائرۃ المعارف) کی خدمت میں بھیجا تاکہ اس طویل سفر کی صعوبتوں سے نہ صرف نجات پاؤں بلکہ ارباب علم کی نگاہوں سے مستور رہوں لیکن ہمارا اعتذار علم دوست اور معدلت گستر عمید دائرۃ المعارف کے نزدیک قابل قبول نہ ہوا کیونکہ مجلس دائرۃ المعارف کی جانب سے اس کانفرنس میں یہ پہلی نمایندگی تھی۔ برقی حکم نے اعصاب کی برودت میں کچھ گرمی پیدا کی اور اس فکر نے کہ فضلائے عصر کے سامنے کیا لیکر جاؤں یہ نتیجہ پیدا کیا کہ علوم و معارف قدیمہ کی تاریخ پر کچھ لکھا جائے

تاکہ دائرۃ المعارف کی اہمیت نمایاں ہو سکے۔ چنانچہ بہت بے ترتیبی سے اس مضمون کا مواد فراہم کیا گیا۔ چونکہ وقت کم تھا اور منزل دور تھی اس لئے ضروری خطوط پر تاریخی حقائق سے روشنی ڈالنے کی جدوجہد کی گئی۔ ذیلی نشانات چھوڑ دیے گئے مثلاً خلفاء فاطمیین کا دور حکومت سلجوقیوں کا اوج سطوت، مغلوں کا عہد ارتقاء اور تاتاریوں کا زمانہ عروج۔

بڑی جدوجہد کے بعد یہ چند اوراق سرسری طور پر مرتب ہو سکے۔ کیونکہ وقت کی قلت، مضمون کی طوالت مواد کی کثرت یہ تمام ایسے اہم موانع تھے کہ جس سے اس کا تکمیل تک پہنچانا مجھ جیسے مبتلائے درد انسان کے لیے دشوار تھا۔ لیکن بحمد اللہ تعالیٰ توفیق الٰہی نے اس کو رامپور ہی میں مکمل کرنے کا موقعہ بخشا جس کے لیے دو بڑی ہستیوں کا ممنون احسان ہوں۔

ایک مسٹر بشیر حسین صاحب زیدی پولٹیکل منسٹر ریاست رامپور جو نہ صرف سیاسیات سے دلچسپی رکھتے ہیں بلکہ علوم و معارف کے بھی دلدادہ ہیں اور دوسرے میرے کرمفرما مولوی امتیاز علی صاحب عرشی ناظم کتب خانہ جن کے مساعی نے شاہی قلعہ سے لیکر خزانہ جواہر تک کے دروازوں کو کھولدیا تھا کتب خانہ کے اس علمی فیض سے اب نہ صرف ہندوستان بلکہ بلاد یورپ بھی مستفید ہو رہا ہے جس کے لیے تمام علمی دنیا کو ہز ہائنس نواب صاحب رامپور بالقابہ کا ممنون ہونا چاہیئے۔

۲۷ رمضان المبارک ۱۳۵۴ھ کو رامپور سے روانہ ہوا جبکہ درد گردہ کی بے تابیاں روحانی سیر سے آشنا کر رہی تھیں۔ خدا خدا کر کے حیدرآباد پہونچا اور تاریخ دائرۃ المعارف کا ضروری مواد حاصل کیا۔ سفر میسور کا تہیہ بھی نہ ہو سکا تھا کہ ہلال عید نے اپنی رویت سے

مشرف کیا۔ عبد کی نماز دارالسلطنت میں اعلیٰحضرت سلطان المسلمین خلد اللہ ملکہ کے سایۂ عاطفت میں
ادا کرنے کی عزت حاصل کی اور شام کو راہی میسور ہوا ریاست میسور کے جانب سے
کافی انتظامات کئے گئے تھے خصوصاً اس اجلاس کے لیے مہمانوں کے قیام وغیرہ
کا نظم بہت اعلیٰ معیار پر کیا گیا تھا جس کے لیے سر مرزا اسماعیل دیوان میسور
قابل مبارکباد ہیں اس طویل مقالہ کی ترتیب میں ایک اور ہستی کی تائید پیش نظر
تھی یعنی ہمارے مکرم ڈاکٹر نظام الدین پروفیسر جامعہ عثمانیہ صدر شعبہ اسلامیہ
آل انڈیا اورینٹل کانفرنس کہ وہ اس مضمون کو پڑھنے کا موقعہ عنایت فرمائیں گے
چنانچہ موصوف نے بڑی حوصلہ افزائی کی اور مجھ جیسے غیر آئینی مقالہ نگار کی جملہ لغزشوں
کو نظر انداز کر کے کافی وقت مرحمت فرمایا جس کا میں بیحد ممنون ہوں۔

کانفرنس کی واپسی کے بعد اس کی دوسری کاپی معزز ارکان مجلس کے
ملاحظہ میں پیش کی گئی جس پر بتحریک عالی جناب نواب محمد یار جنگ بہادر معتمد مجلس
باتفاق آراء یہ تصفیہ فرمایا گیا کہ اس مقالہ کو بطور یادگار طبع کیا جائے۔ اسی
ارشاد کی تعمیل میں یہ غیر مرتب اوراق اسی حال میں طبع کر دئے گئے ہیں جس حال
میں پیش ہوئے تھے ورنہ اس نسبت کے سوا کہ یہ دائرہ کے فیوض علمیہ کے
پرتو ہیں اور کوئی چیز جاذب توجہ نہیں بن سکتی۔ میں سر تا پا معزز صدر محترم
عمید دائرۃ المعارف اور مقدس علماء دائرۃ المعارف کا ممنون احسان ہوں
کہ جن کے توجہات عالیہ نے اس بے مایہ خادم علم کی حقیر خدمت کو
شرف قبول بخشا۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام
علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین ؕ

خادم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین

والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الامین وعلیٰ آلہ وصحبہ واتباعہ اجمعین

آثار علوم قدیمہ

علم کے اصلی معنی جاننا ہے اور جو چیز جانی جا سکتی ہے وہ چھپائی نہیں جا سکتی اسی لئے فوائد علمیہ کو علم کی روشنی اور مفاسد جہالت کو ظلمت و تاریکی سے تعبیر کرتے ہیں گویا معلوم روشن ہو گیا اور مجہول تاریکی کے پردہ میں ہے اسی تناسب لغوی اور اصطلاحی کا معیار دنیا کی ان قوموں نے قائم کیا ہے جو تاریخ عالم میں معلمین نفوس انسانی کے لقب سے یاد کی گئی ہیں۔

ابو سہل بن نوبخت[1] ۔ اپنی کتاب النہمطان میں لکھتا ہے۔

علوم کے آثار بابل میں

"ایسے اصناف علوم۔ اقسام کتب۔ اور مسائل مختلفہ اور ان کے متعدد ماخذ جو ان مسائل سے متفرع ہوتے ہیں بکثرت پیدا ہوئے جن پر نجوم دلالت کرتا ہے جن میں سے بعض اسباب کے ظاہر ہونے سے قبل اور لوگوں کی آگاہی سے پیشتر رونما ہوتے ہیں جیسا کہ اہل بابل نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ انہیں سے اہل مصر نے ان علوم کو حاصل کیا اور اہل ہند نے اپنی سرزمین میں اُن کا تجربہ کیا۔ جیسا کہ ابتدا میں انسانی مخلوق گناہوں سے ملوث ہونے سے قبل برائیوں میں مبتلا ہونے سے پہلے اور جہالت کے بحر ظلمات میں گرنے سے

---

[1] ابو سہل الفضل بن نوبخت فارسی الاصل تھا۔ ہارون رشید کے خزانہ حکمت میں مامور تھا اور فارسی سے عربی میں نجوم کی کتابوں کا ترجمہ کرتا تھا۔ ابن ندیم صفحہ ۳۸۲

اول حیات جاودانی بسر کرتی تھی "۔ [1]

دنیا اس علمی ارتقا کے بعد انحطاط کی طرف پھر لوٹتی ہے یعنی دور علم وعمل کا خاتمہ ہوتا ہے اور علم کی روشنی گل ہو جاتی ہے اور یہی قومیں جو اوج کمال تک پہنچ چکی تھیں قعر جہالت میں گر جاتی ہیں۔

ابو سہل لکھتا ہے۔

"یہاں تک کہ ان کے عقول پر شکوک کا دور دورہ ہوا اور عقل گمراہ ہو گئی۔ اس درجہ پر پہنچنے کے بعد جیسا کہ کتابوں میں ان کے احوال اور اعمال کا تذکرہ ہے ان کی عقلیں خیرہ ہو گئیں اور ان کے اذہان حیرت زدہ ہو گئے۔ ان کا دین برباد ہو گیا۔ اور وہ گمراہ حیران پریشان اور جہالت میں سرشار نظر آنے لگے اور عرصہ تک اسی حال میں مبتلا رہے"۔

چونکہ انسان فطرتی طور پر علم کا طالب ہے۔ اس لئے جہالت کی پستیوں سے تنگ آکر جو اس کے ان اعمال کی وجہ سے طاری ہوتی ہیں جن کا علم صحیح اس کو حاصل ہو چکا ہوتا ہے۔ وہ دوبارہ اپنے کو علم کی روشنی میں دیکھنا چاہتا ہے اور اندازہ کرتا ہے کہ ہم میں کونسے امراض پیدا ہو گئے ہیں جن کی وجہ سے ہم نور علم سے محروم کر دئے گئے۔ ایسی قومیں جو نشأۃ جدیدہ کی ساعی ہوتی ہیں تاریخ اقوام عالم کا مطالعہ کرتی ہیں۔ علماء اور فضلاء کے تذکرے ڈھونڈتی ہیں۔ حکماء، شعراء، اور انبیاء کے مسیحانہ اقوال کو مشعل ہدایت بناتی ہیں اور پھر اپنے لئے راہِ عمل تلاش کرتی ہیں۔

ابو سہل لکھتا ہے۔

---

[1] ابن ندیم صفحہ ۳۳۱

"یہ قومیں ایسی حالت میں تھیں کہ ان کے بعد کی نسلوں میں احساس حیات
پیدا ہوا۔ اور ان کی اولاد میں ایسے افراد پیدا ہوئے جنہوں نے ان امور کو
یاد کیا حالات کا اندازہ کیا اور معرفت نامہ حاصل کی۔ پھر دنیا کے گذشتہ
انقلابات کی تاریخ پڑھی۔ اس کی سیاست کے دور اول کا مطالعہ کیا۔
دور وسطیٰ کے آغاز پر تبصرہ کیا اور نتائج کا نقشہ سامنے رکھا ساتھ ہی اہل ارض
کے حالات جمع کئے۔ اور افلاک سماوی کے مواضع راستے، درجات،
دقائق۔ اور منازل کا پتہ چلایا۔ یہ ارتقائی احساس جم بن اونجہاں کے
زمانہ میں رونما ہوا جس کے بعد علماء نے اشاعت ونشر علم کی خدمت
ادا کی اور علوم اکتشافیہ پر کتابیں لکھیں۔ اور اپنے ایجادات واختراعات
کو واضح طریقۂ بیان سے ظاہر کیا، پھر ملک ضحاک بن قی نے سنین کی ترتیب
کے لئے مشتری کے نام سے ایک شہر آباد کیا جس میں علما اور علم کا ذخیرہ بنایا
اور بارہ قصر بروج کے لحاظ سے تعمیر کرائے جن کا نام بھی انہی بروج پر رکھا۔
اہل علم کے مؤلفات اور مصنفات کو جمع کیا اور علماء کو اسی مقام پر یکجا کیا۔[1]

اس بلدۃ العلم کی تزئین کے بعد کس کو یقین آسکتا ہے کہ یکایک خراب اور برباد
ہوگا۔ لیکن تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جب انوار علم سے صحیح رہنمائی نہیں کی گئی۔ علم وعمل کا
مقناطیسی توازن ٹوٹ گیا۔ اور حقائق کے آشکارا ہونیکے بعد بھی اظہار حقیقت سے گریز
کیا گیا تو علم نے اپنا دامن عفاف بچالیا۔ یکایک برق کی طرح چمک کر مخزن انسانی سے
نکل گیا اور سرمایۂ حیات انسانی کو سوختہ بنا ڈالا۔

---

[1] ابن ندیم صفحہ ۳۴۲

ابو سہل لکھتا ہے ۔

"(اس ارتقا کے بعد) اسی زمانہ میں ایک نبی بھیجا گیا جس کا انہوں نے انکار کیا اور اس کی شان اور پیغام سے اعراض کیا۔ یہاں تک کہ ان میں آپس میں اختلاف ہوا۔ ان کا شیرازہ بکھر گیا۔ اغراض اور مقاصد میں تصادم پیدا ہوا اور جماعتیں پیدا ہوگئیں۔ ہر عالم اپنے شہر کا مستقل امام بنگیا اور اس کے باشندوں پر حکومت کرنے لگا۔

(ایسی حالت میں) اسکندر یونانیوں کا بادشاہ سرزمین فارس اور اور بابل پر حملہ آور ہوا اس نے شہر منہدم کئے سلاطین وجبابرہ کے بڑے بڑے قصروں کو خراب کیا۔ عمارات میں جو پتھر اور لکڑیاں ایسی تھیں جن پر بہت سے علوم کندہ تھے ان سب کو جلا ڈالا اور اصطخر کے خزانوں اور دواوین میں جو علمی ذخائر محفوظ تھے ان کو فارسی سے رومی اور قبطی زبانوں میں منتقل کر کے نذر آتش کر دیا۔ علم نجوم۔ طب اور طبعیات کی کتابوں کو نیز علماء اور فضلا کو مصر بھیجدیا۔ اس تباہی کے بعد علم کے کچھ آثار ہند اور چین میں باقی رہ گئے۔

اس کے بعد ان کے اختلافات بڑھتے گئے۔ ہر جماعت کو دوسری جماعت سے عصبیت پیدا ہوگئی۔ ہر فرقہ کا ایک بادشاہ بنگیا اور اسی بنا پر ان کا یہ عہد ملوک الطوائف کے نام سے یاد کیا گیا۔[۱]"

عرصہ تک بابل کا ماہتاب علم محاق میں رہا اور وہ روشنی جو اس نے نجوم کی

---

[۱] ماخوذ از ابن ندیم صفحہ ۳۳۳

وساطت سے حاصل کی تھی شہاب ثاقب کی طرح زیر زمین ہوگئی ظلمت اور تاریکی کے بادل منڈلانے لگے اور باشندگان بابل عرصہ تک حیات وممات کی کشمکش میں مبتلا رہے کہ یکایک ان تصادمات نے امید کی ایک لہر پیدا کر دی۔

ابو سہل لکھتا ہے۔

"اہل بابل عرصہ تک مظلوم اور مغلوب رہے۔ نہ تو کسی حریم کی حفاظت کر سکتے تھے اور نہ کسی برائی کو دفع کر سکتے تھے۔ یہاں تک کہ اردشیر بن بابک ساسانی نسل کا ایک بادشاہ۔ (تقریباً ۲۲۷ مسیحی میں) تخت نشین ہوا۔ اس نے ان کو متفرق جماعتوں کو متحد کیا۔ ان کے منتشر خیالات کو یکجا کیا ان کے دشمنوں کو زیر کیا۔ شہروں پر تسلط جمایا۔ ان کو ایک مرکز خیال پر جمع کیا۔ ان کی عصبیت کو دور کیا۔ اور ان کے لئے ملک کو ہر طرح سنوارا چنانچہ چین اور ہندوستان میں اپنی کتابوں کی تلاش کے لئے وفد بھیجے اور ان کی نقلیں حاصل کیں (یعنی جو علمی دولت ان کے گھر سے ضائع ہو چکی تھی اس کو دوبارہ حاصل کرنے کی سعی کی) عراق میں جو کچھ آثار علمیہ محفوظ تھے ان پر تحقیق اور ریسرچ کا کام شروع کرایا منتشر اور پراگندہ اوراق کو ایک شیرازہ میں منسلک کیا اور مختلف مضامین اور مباحث پر کتابیں تالیف کرائیں۔

اس کے بعد اس بادشاہ کے بیٹے سابور نے اس کی اس طرح تکمیل کی کہ تمام ان جلیل القدر کتابوں کو فارسی زبان میں منتقل کرایا جو ہرمس بابلی ملک مصر۔ دوروسوس سریانی قیدروس یونانی۔ بطلیوس اسکندرانی۔

اور فرماسپ ہندی کے زمانہ میں پائی جاتی تھیں۔ علما نے ان مدونات کی شرحیں لکھیں۔ لوگوں کو ان کی تعلیم دی اور وہی دور قائم کیا جو ان کتابوں کی تالیف کے زمانہ میں بابل میں پیدا ہو چکا تھا۔ اس کے بعد کسریٰ انوشیروان نے جس کو علم سے مخلصانہ محبت تھی۔ ان کتابوں کو جمع کیا اور ان پر علمی تجربہ کا آغاز کیا۔[1]

علوم کا ارتقاء فارس میں ان علوم عالیہ کی نشر و اشاعت نے پھر سرزمین فارس کو گلستان علم بنایا اور ان اسفار جلیلیہ کی حفاظت نے ان کو قیمتی خزانوں کا تاجدار بنایا۔

ابو معشر[2] کتاب اختلاف الزیجات میں لکھتا ہے۔

"ملوک فارس نے علوم و فنون کی حفاظت اور دنیا میں ان کو باقی رکھنے کی بلیغانہ سعی و کوشش کی آفات ارضی و سماوی سے ان کو محفوظ رکھنے کی پوری تدبیر کی حتےٰ کہ انھوں نے کتب خانوں کے لیے ایسی زمین اور طریقہ تعمیر کا انتخاب کیا جو حوادث زمانہ کو برداشت کر سکے اور عرصہ تک پائدار رہ سکیں۔ (اسی زمانہ میں) کتابوں کو عفونت اور خرابی سے دور رکھنے کے لئے سب سے کارآمد چیز خدنگ کی چھال استعمال کرتے تھے جس کو توز کہتے ہیں۔ اور انہیں کی اقتدا میں اہل ہندوستان و چین اور ان سے قریب تر اقوام اس چھال کو تیر کی کمانوں کی پائداری اور

---

[1] ابن ندیم صفحہ ۳۳۴ [2] ابو معشر جعفر بن محمد البلخی علم نجوم کا بہت بڑا ماہر تھا۔ اس نے ۲۷۲ سنہ ہجری میں وفات پائی۔

چکناہٹ کے لئے بھی استعمال کرتے تھے۔

جب اہل فارس کے پاس دنیا کے علمی خزانوں کے انمول جواہر جمع ہو گئے تو انہوں نے زمین کے اس حصہ کو اور اقلیم کے اوس ٹکڑے کو تلاش کیا جس کی مٹی اچھی ہو اور اس میں عفونت کے پیدا ہونے کا اندیشہ کم ہو۔ زلزلہ اور گرہن کے اثرات سے دور ہو۔ اس کی مٹی ایسی ہو کہ گارے میں جلد گھل جاتی ہو اور تعمیر میں عرصہ تک پائدار رہنے والی ہو۔ چنانچہ پوری مملکت میں انہوں نے ان اوصاف کی زمین تلاش کی۔ اصفہان سے بڑھ کر ان کو پوری اقلیم میں کوئی اچھی جگہ نہ مل سکی۔ پھر اس شہر میں بھی اعلیٰ مقام کا انتخاب کیا۔ رستاق جی سے بہتر کوئی مقام ان کو کتبخانوں کے لئے نہ مل سکا رستاق جی کی زمین بھی جملہ حالات کے لحاظ سے موزوں نہ تھی۔ اس لئے مدینہ جی کے داخلی حصۂ زمین میں قہندز کو ہر طرح موزوں پایا اور وہاں تمام علوم کو محفوظ کیا۔ یہ مخزن ہمارے زمانہ تک موجود ہے جو اس وقت ساروبہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس عمارت کی وجہ سے لوگ اس کے بانی سے واقف ہوتے ہیں۔ ہمارے زمانہ سے بہت پیشتر اس قدیم عمارت کا ایک حصہ گر گیا تھا۔ لوگوں نے اس کو دیکھا بھالا اور ایک راستہ کا پتہ چلایا جو سخت جمی ہوئی مٹی سے بند تھا۔ اس حصہ میں متقدمین کی بہت سی کتابیں توز کی چھال پر لکھی ہوئی ملیں جو مختلف علوم و فنون پر فارسی خط میں تحریر تھیں۔ یہ اگلی قوموں کا جمع کیا ہوا سرمایہ تھا۔

(اس حادثۂ آسمانی کے بعد جو موسلا دھار بارش سے شروع ہوا تھا) طہمورث بادشاہ کے حکم سے جو علوم کا بڑا مربی تھا) اس سے بہتر آب و ہوا کی زمین کا انتخاب کیا یہ وہی زمین تھی جہاں پر اب ساروبہ کی عمارت واقع ہے جو اب تک

مدینہ جی کے داخلی حصہ میں قائم ہے۔ اس مستحکم عمارت کی تعمیر کے بعد اس بادشاہ نے مختلف علوم و فنون کے جملہ ذخائر کو یہاں محفوظ کر دیا۔ نیز وہ کتابیں بھی یہیں منتقل کر دی گئیں جو توز کی چھال پر لکھی ہوئی ملی تھیں۔ یہ اس عمارت کے ایک حصہ میں اس لئے رکھی گئیں تھیں کہ اس حادثہ کے بعد بطور یادگار آنیوالی نسلوں کے لئے باقی رہ سکیں۔[1]

ابن ندیم کا قول ہے کہ ایک ثقہ شخص نے مجھ سے یہ بیان کیا کہ ۳۵۰ ہجری مطابق (۹۶۱ء) میں اس عمارت کا ایک دوسرا کمرہ دھنس گیا جس کا صحیح حال نہ معلوم ہو سکا کیونکہ اس کی سطح مساوی اور چھت مضبوط تھی لیکن جب یہ حصہ زیادہ پست ہو گیا تو اس میں سے ایسی کتابیں نکلیں جن کا کوئی پڑھنے والا نہیں تھا۔

(ابن ندیم کہتا ہے) میں نے خود اس کا اس طرح مشاہدہ کیا کہ ابوالفضل بن عمید تقریباً ۳۴۰ھ ۹۶۰ء میں بہت سی کتابیں جو اصفہان کی فصیل میں صندوقوں میں بند تھیں یہاں اپنے ساتھ لایا۔ یہ سب یونانی زبان کی کتابیں تھیں جن کو یوحنا وغیرہ جیسے اہل علم نے پڑھا تھا۔ ان میں فوجیوں کے نام اور ان کی تنخواہیں بھی درج تھیں۔ یہ کتابیں نہایت خراب اور خستہ ہو گئیں تھیں اور ان میں عفونت پیدا ہو گئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی حال میں ان چمڑوں کو دباغت دی گئی ہے۔ یہ بغداد میں ایک سال تک خشک کی گئیں تاکہ ان کی بدبو زائل ہو جائے۔ انہی کتابوں میں سے کچھ حصہ اس وقت ہمارے شیخ ابو سلیمان کے پاس موجود ہے۔

کہا جاتا ہے کہ سارویہ ان مضبوط و مستحکم عمارتوں میں شمار کیجاتی ہے جو ایام قدیم میں بحیثیت تعمیر کے معجزہ سمجھی جاتی تھیں۔ مشرق میں جس طرح یہ عمارت شہرۂ آفاق ہے

---

[1] ابن ندیم صفحہ (۳۳۵)

مغرب میں اہرام مصری ہیں۔" [۱]

یونان میں علوم و حکم کا دور

سرزمین یونان جس کو "مہبط الفلاسفہ" کہنا چاہیئے۔ اپنی تاریخ میں ایسے ہی واقعات کے آثار پیش کرتی ہے۔ ابتدا میں یہی خطہ مہبط حکما بنا فلسفہ اور حکمت کی سوتیں اسی بحر ذخار سے پھوٹیں علم و فضل کے گلستان میں یہیں موسم بہار آیا۔ اور سیاست و تمدن کے ادبستان پر یہیں شباب آیا۔

ابن ندیم لکھتا ہے۔

"میں نے ابوالخیر بن خمار سے ابوالقاسم عیسیٰ بن علی کے سامنے یہ دریافت کیا کہ سب سے پہلے فلسفہ پر کس نے کلام کیا تو اس نے یہ جواب دیا کہ غرفوریوس الصوری نے اپنی کتاب التاریخ میں (جو سریانی زبان میں تھی) لکھا ہے کہ فلاسفہ سبعہ میں پہلا شخص ثالس بن مالس الاملیسی ہے۔ ابوالقاسم نے اس بیان کی تصدیق کی اور کہا کہ ایسا ہی ہے۔

دوسروں نے یوثاغورس کا نام لیا ہے۔ فلوطرخس کا قول ہے کہ یوثاغورس ہی نے اس علم کا نام پہلے فلسفہ رکھا تھا۔ اس کی کتاب ذہبیات کو جالینوس نے سونے کے حروف میں تعظیماً لکھوایا تھا۔ اس کے بعد سقراط جو اثینہ (ایتھنز) کا باشندہ تھا فلسفہ کا مجدد ہوا۔ اثینہ اس وقت "مدینۃ العلما والحکما" کے نام سے پکارا جاتا تھا سقراط کے قتل کے بعد افلاطون کا ستارہ علم چمکا۔ جو سقراط کے خاص تلامذہ میں تھا افلاطون سے ارسطاطالیس نے بیس سال تک فلسفہ کی تعلیم حاصل کی جب افلاطون اسکندر کی پیدائش کے دن قضا کر گیا تو ارسطاطالیس نے علم کا جھنڈا سرزمین یونان میں نصب کیا۔ جس کے نیچے اسکندر ایسا اولوالعزم بادشاہ بھی درس سیاست و

---

[۱] ابن ندیم صفحہ ۳۳۶

حکمت حاصل کرتا رہا۔ جس زمانہ میں اسکندر دنیا کی قوموں سے محاربہ میں مشغول تھا ارسطا طالیس اثینہ پہنچ کر گوشہ نشین ہوگیا اور وہاں ایک بزم تعلیم قائم کی۔ اسی دارالعلم کے تلامذہ کو فلاسفہ نے مشائین کے لقب سے یاد کیا ہے۔ ارسطا طالیس نے منطقیات۔ طبیعیات۔ الہیات۔ اور اخلاقیات پر مقالات مدون کئے جن کی بناء پر یہ مدون فلسفہ وحکمت تسلیم کیا گیا۔ [۱]

افلاطون کے بعد ارسطا طالیس یونان کے اکابر علماء فلسفہ میں شمار کیا گیا ہے اس کے اختراعات عقلیہ نے صدیوں تک یونان و روم اور عرب وعجم کو محو حیرت بنا رکھا اس کی کتاب کا ایک ایک ورق فارسی۔ عربی۔ لاطینی اور دوسری زبانوں میں باختلاف ازمنہ دنیا کی مشہور تعلیمگاہوں میں پڑھایا گیا ہے۔ جس نے عقول و اذہان کو عرصہ تک تلاطم میں ڈالا ہے۔

یونان کے اس ارتقاء لاہوتی کے بعد کس کو یقین آسکتا تھا کہ آسمان علم کے یہ ستارے پھر زمین پر پھینک دئے جائیں گے۔ لیکن جب علمیات کا طلسم ٹوٹا اور عملیات کا شیرازہ بکھرا تو یہ سارا خرمن علم شعاعات نفسیہ سے جلکر خاک وسیاہ ہوگیا۔ اور عرصہ دراز تک یونان ظلمت و تاریکی۔ جہالت اور تعصبات کا سرچشمہ بنا رہا۔

ابن ندیم لکھتا ہے:۔

"فلسفہ یونانیوں اور رومیوں میں دین مسیحی کی اشاعت سے بہت پہلے شائع ہو چکا تھا۔ لیکن جب رومیوں نے نصرانیت کو قبول کرلیا تو علوم عالیہ کی یہ تعلیمگاہیں یکدم بند کردی گئیں۔ خزائن حکمت نذر آتش کردئے گئے۔ اور فلسفہ میں بحث ومباحثہ کی

---

[۱] ماخوذ از ابن ندیم صفحہ ۳۴۳ تا صفحہ ۳۵۴۔

سخت ممانعت ہوگئی۔ کیونکہ اس میں بعض ایسی چیزیں تھیں جو شرائع نبویہ کے خلاف تھیں۔ کچھ دنوں کے بعد جب رومیوں نے مذاہب فلاسفہ کی طرف رُخ کیا تو لیولیانس بادشاہ روم کے عہد میں ارسطاطالیس کی تصانیف پر ثامسطیوس نے شرحیں لکھیں اور فلسفہ کو دوبارہ رائج کیا۔ یہ نصرانیوں کے نزدیک دور ارتداد کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ جو لیولیانس کے قتل کے بعد ختم ہو جاتا ہے یہ بادشاہ سابور کے حکم سے قتل کیا گیا۔ اس کے بعد قسطنطین کے زمانہ میں روم و یونان میں پھر فلسفہ کی ممانعت کر دی گئی اور یہی حال ہمارے زمانہ تک باقی رہا۔ [۵]

یونانیوں کی قدیم تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ باوجود علم و حکمت کے سایہ میں تربیت یافتہ ہونے۔ نجوم و فلکیات کے ادوار اور گردشوں کی معرفت تامہ حاصل کرنے۔ اور ریاضیات و ہندسیات میں یکتائے زمانہ ہونیکے وہ طوائف الملوکی۔ خانہ جنگیوں اور بربادیوں کے ہمیشہ شکار رہے۔ کبھی ریاستیں جدا جدا قائم کیں۔ کبھی قدرس کے زیر اثر رہے۔ کبھی اسکندر کے زیر نگیں اور کبھی رومیوں کے زیر پرچم رہے۔ لیکن علمی دنیا اس وقت جس منزل تک ترقی کر چکی تھی اس کی تاریخی مثال یہ ہے۔

اسحاق الراہب اپنی تاریخ میں لکھتا ہے۔

"بطلومائوس۔ فیلادلفوس سلاطین اسکندریہ میں تھا۔ یہ جب تخت نشین ہوا تو اس نے خزائن علمیہ کے تفحص کا حکم دیا اور اس کام کے لئے زمیرہ کو مامور کیا۔ اس نے جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے (۱۲۰ ھ ۵) نوادر کا پتہ چلا لیا اور بادشاہ سے یہ عرض کیا کہ علم کا بڑا حصہ سندھ۔ ہندوستان۔ فارس۔ جرجان۔ ارمان۔ بابل۔

---

[۵] ابن ندیم صفحہ ۳۳۷۔

موصل۔ اور روم میں باقی رہ گیا ہے۔" [1]

یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ رسل و رسائل کا کوئی منظم دستور نہ تھا سفر کے لئے راستے تک محفوظ نہ تھے۔ کس طریقہ پر تحقیقی کام انجام پاتا تھا۔ ساری دنیا کے اکتشافات علمیہ کی تاریخ اسکندریہ کے ایک عالم کے سامنے موجود ہے اور وہ نہایت حسرت سے بڑے بڑے خزائن علمیہ کا پتہ بتاتا ہے۔ اس ارتقائے علمی و ادبی کے بعد کیونکر کہا جائے کہ دنیا علم کی روشنی سے آشنا نہ تھی۔

احیائے علوم و معارف کا عہد تاباں

عربوں کو جب علم کتاب دیا گیا تو سب سے پہلے ان کے علماء اس کتاب ربانی کے استحضار۔ جمع۔ تفسیر۔ معانی اور مطالب کے حل میں مشغول ہوئے۔ اور کتاب نے جس سنت کے اتباع کی ہدایت دی تھی اس پر قوت کے ساتھ عامل رہے۔ اس کے بعد آمر وحی اور ناشر سنت (علیہ السلام) کے ایک ایک خط و خال۔ قول و فعل۔ اشارہ و کنایہ۔ اور رموز و نکات کو اسوۂ زندگی سمجھ کر محفوظ کیا۔ اور نہایت وسعت نظری اور فراخدلی سے دوسری قوموں کے سامنے ان بے بہا ذخیروں کو پیش کر دیا۔ فاران کی چوٹیوں سے علوم و معارف اور حقائق و حکم کے جو چشمے پھوٹے وہ ارض روم و فارس سے بہتے ہوئے بغداد میں آکر دوآبہ بنے۔

ان کی مقدس کتاب میں تمام قوموں کے عروج و زوال کا ایک صحیح اور سچا نقشہ موجود تھا جس کو وہ بار بار پڑھتے تھے اور دنیا کی گذشتہ قوموں کی مفصل تاریخ۔ اور ان کے علوم و فنون کے ارتقائی منازل کا گہرا نقشہ قلوب پر جماتے تھے۔ انہی اثرات نے ان کو دنیا کی قوموں کو زندہ کرنے کا۔ ان کے علوم و فنون کو محفوظ کرنے کا۔ اور ان کے تمدن و

---

[1] ابن ندیم صفحہ ۳۴۴

سیاست کے مطالعہ کرنے کا ولولہ پیدا کیا۔

ان علماء (صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین) میں سب سے پہلے حضرت زید بن ثابت رضؓ ہیں جنہوں نے عبرانی زبان حاصل کی اور نصف ماہ میں ایک خاص مہارت پیدا کرلی۔ اس کے معلومات سے علماء صحابہ رضؓ کو مستفید کیا۔ اسی طرح حضرت عبد اللہ رضؓ بن سلام صحابی نے توریت سے بہت سے حقائق کو پیش کیا جو عبرانی زبان کے مسلم الثبوت عالم تھے۔ [1]

وہب بن منبہ پہلی صدی کے ان مشہور علماء اور فقہا میں ہیں جنہوں نے تاریخ اسرائیلیات کا بڑا ذخیرہ عربی میں منتقل کیا۔ ان کی کتابوں میں سب سے پہلی تصنیف مغازی ہے۔ اور چونکہ وہ یمن کے ایک مشہور خاندان سے تعلق رکھتے تھے اس لئے انہوں نے تاریخ ملوک حمیر کو جو ایک افسانہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ تاریخ کے قالب میں ڈھالا۔ [2]

ابن ہشام کی کتاب التیجان انہیں کی روایات پر مبنی ہے۔ ابن ہشام لکھتا ہے کہ وہب بن منبہ نے ۷۰ کتابوں کا مطالعہ کیا جن میں ۷۲ کتابیں ایسی تھیں جو مختلف اقوام پر صحف سماوی کی حیثیت سے نازل ہوئی تھیں۔ [3]

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہٗ کے زمانہ میں عبید بن شریہ جرہمی نے جو عرب قدیم یمن اور عجم کی تاریخوں کا سب سے بڑا عالم شمار کیا جاتا تھا۔ ان اخبار و واقعات، قصص و حکایات کو جو ان گم شدہ اقوام کے عروج و زوال کی اصلی تاریخ کی حیثیت رکھتی تھی حضرت امیر معاویہ رضؓ کی ہدایت کی بناء پر ایک کتاب کی شکل میں مدون کیا۔

ابن ہشام اس کتاب کے مقدمہ میں روایتہ لکھتا ہے۔

حضرت معاویہ رضؓ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ امیر المومنین عمر ابن الخطاب رضؓ کے

---

[1] تذکرۃ الحفاظ۔ ج ۱ صفحہ ۲۹ [2] تذکرہ ج ۱ صفحہ ۹۵ [3] کتاب التیجان

زمانۂ خلافت میں دس سال تک امیر رہے اور اس کے بعد حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ)
کے زمانہ میں دس سال تک امارت پر مامور رہے۔ اس کے بعد بیس سال تک
خود والی رہے۔ مشرقی اور مغربی ممالک کو فتح کرکے بادشاہت کا درجہ حاصل کیا۔
یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ملوکیت اختیار کی۔ نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں مقصورہ
بنوایا۔ اور آخر عمر میں ان کو سب سے زیادہ دلچسپی گذشتہ اقوام کی تاریخ اور افسانہ سے
پیدا ہوگئی تھی جس کو وہ رات کو بطور مسامرہ کے سنا کرتے تھے۔ حضرت عمرو بن العاص رضہ
نے انہیں یہ مشورہ دیا کہ جرہمی کو جو گذشتہ زمانہ کے باقی ماندہ نفوس میں ہے۔ ملوک
جاہلیت کا دور دیکھ چکا ہے اور انساب عرب اور زمانہ کے حوادث و انقلابات کا
سب سے بڑا عالم ہے۔ رقہ سے بلایا جائے۔ حضرت معاویہ نے اس کو بلا بھیجا۔
بار بار اظہار اشتیاق کے بعد وہ محل میں لایا گیا۔ یہ ایک مسن شیخ مگر صحیح اور تندرست
آدمی تھا۔ اس کے عقل و ہوش بجا تھے اور زبان بڑی تیز اور فصیح تھی۔ اس نے
دربار میں داخل ہونیکے بعد ہی خلافت کا سلام ادا کیا۔ امیر معاویہ نے خوش آمدید
کہا اور کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں تم کو اپنا مودب اور سفیر یعنی افسانہ خوان بناؤں
اس لئے تمھارے خاندان کے لوگوں کو یہاں بلا کر اپنے قرب میں جگہ دیتا ہوں
رات کو تم افسانہ سناؤ اور دن کو میرے امور سیاست میں وزارت کی خدمت
انجام دو۔ کچھ لیت و لعل کے بعد وہ یہاں آنے پر رضامند ہوا اور اس کے گھر والے
بلائے گئے۔ امیر معاویہ رضہ نے اس کی بڑی قدر و منزلت کی۔ ایک بڑا وظیفہ مقرر کیا
اور غیر معمولی لطف و مہربانی سے پیش آئے۔ شب کو وہ امیر کو افسانہ سنا کر دل
خوش کرتا تھا اور ان کے غموں کو دور کرتا تھا حتی کہ امیر ان تمام افسانوں کو جنہیں
وہ پہلے سنا کرتے تھے بالکل بھول گئے۔ اور ان نئے افسانوں میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔

ان افسانوں میں جو واقعات عرب۔ اشعار عرب اور اخبار عرب سے تعلق رکھتے تھے ان کے متعلق امیر نے ارباب دیوان کو حکم دیدیا تھا کہ وہ سب ایک کتاب کی شکل میں مدون کر دیں۔" [۱] چنانچہ ابن ندیم نے لکھا ہے کہ امیر معاویہؓ کے حکم سے یہ اخبار علبید بن شریہ کے نام سے موسوم ہوئے۔ اس کے بعد علبید بن شریہ عبد الملک بن مروان کے زمانہ تک زندہ رہا۔ [۲]

افسانہ نویسی اور تدوین تاریخ امم ماضیہ کے ساتھ ہی عربوں نے علم طب۔ نجوم اور کیمیا کی طرف توجہ کی۔ چنانچہ خالد بن یزید بن معاویہ نے طب نجوم اور کیمیا کی کتابوں کا ترجمہ کرایا۔

ابن ندیم لکھتا ہے۔ [۳]

خالد بن یزید بن معاویہ۔ جو حکیم آل مروان کے لقب سے مشہور ہے۔ ایک بڑا فاضل شخص تھا۔ اس کو ادبیت کے ساتھ ساتھ فن صناعت (کیمیا) سے بڑا شوق تھا۔ علم کی محبت اور اس کی اشاعت کا دل میں ولولہ رکھتا تھا۔ چنانچہ اس نے یونانی فلاسفہ کو جو مصر میں آمد و رفت رکھتے تھے اور فصیح عربی پر قادر تھے یونانی اور قبطی زبانوں سے فن صنعت کی کتابوں کے ترجمہ پر مامور کیا۔ ابن ندیم لکھتا ہے کہ ایک زبان سے دوسری زبان میں علوم کے ترجمہ کا کام عہد اسلام میں سب سے پہلا یہی قرار پایا ہے۔ (گویا اجتماعی طور پر ترجمہ کا کام عربوں نے پہلی صدی ہجری یعنی ساتویں صدی عیسوی میں آغاز کیا) اس زمانہ کا مشہور عالم کیمیا اصطفن قدیم تھا جس نے خالد کی ہدایت پر علم صنعت کی کتابوں کو عربی میں منتقل کیا ہے۔

---

[۱] ماخوذ از اخبار علبید بن شریہ [۲] ابن ندیم صفحہ ۱۳۲ [۳] ابن ندیم صفحہ ۳۳۸

بنو امیہ کے زوال کے بعد جب بنو عباس نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو خلیفہ منصور نے کتب قدیمہ کی تلاش و جستجو اور ترجمہ و ترتیب کے لئے بطریق کو مامور کیا۔ اس کے بعد ہارون الرشید نے ابو سہل بن نوبخت فارسی کو اس خدمت پر متعین کیا۔ جس نے علم نجوم اور ہیئت پر متعدد کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا۔

ابن ندیم لکھتا ہے [۱]

ابو سہل فضل بن نوبخت ہارون الرشید کے خزانۂ حکمت میں مامور تھا۔ اس نے فارسی سے عربی میں بہت سی کتابیں منتقل کیں اور اس کے معلومات کا دارومدار فارس کے نوادر پر تھا۔ (اس کو سات آٹھ کتابوں کا پتہ ابن ندیم نے دیا ہے)۔

آبا و اجداد کا علوم قدیمہ سے ہی ذوق و شوق وراثتۃً مامون کو ملا۔ جس نے اپنے عہد حکومت میں علم و فن کے تمام شعبوں میں نہایت وسعت نظری اور شاہانہ نوازش سے کام لیا۔

ابن ندیم لکھتا ہے۔

مامون کو چونکہ سلاطین روم سے ایک ارتباط تھا اور وہ اس کی بڑی حکومت سے خائف بھی تھے۔ اس لئے مامون نے بادشاہ روم سے ان علوم قدیمہ کے تفحص کی اجازت حاصل کی جو روم میں عرصہ دراز سے محفوظ تھے۔ بادشاہ نے جب اسے منظور کر لیا تو مامون نے حجاج بن مطر۔ ابن بطریق۔ اور سلم صاحب بیت الحکمت کو ان نوادر کی تلاش کے لئے روم بھیجا وہاں سے یہ وفد بہت سے علمی خزانے ساتھ لایا اور انہیں مامون کے سامنے پیش کیا۔ جس کے بعد مامون کے حکم سے خاص طور پر

---

[۱] ابن ندیم صفحہ ۳۸۲

ان کا ترجمہ کیا گیا۔"

نجوم۔ طب۔ ہیئت۔ ہندسہ۔ ریاضیات۔ اور طبیعیات کے جملہ فنون پر ہند، روم، مصر و یونان سے کتابیں حاصل کر کے ترجمہ کی گئیں۔ ان کی شرحیں لکھی گئیں اور تمام ملک میں تحقیق و مطالعہ کا ذوق و شوق پیدا کیا گیا۔ گویا اسی عہد میں بغداد کو "مدینۃ العلم" کا لقب ملا۔

ابن ندیم لکھتا ہے۔

محمد۔ احمد۔ اور حسن جو بنو شاکر منجم کے نام سے مشہور ہیں ان علماء نے بھی روم کے نوادر کتب حاصل کرنے میں سعی بلیغ کی۔ ایک بڑا سرمایہ اس کام کے لئے وقف کیا اور حنین بن اسحاق کو۔ جو یونانی۔ سریانی اور عربی کے ماہرین میں تھا۔ دوسرے علما اور فضلاء کی معیت میں روم بھیجا۔ جنہوں نے فلسفہ۔ ہندسہ۔ موسیقی۔ ارثماطیقی۔ اور طب کی نہایت عجیب و غریب اور مفید کتابوں کا پتہ چلایا۔ ان انمول نوادر کو حاصل کیا اور پھر صحت کے ساتھ ان کا ترجمہ کیا۔ ابوسلیمان المنطقی کا قول ہے کہ بنو منجم مترجمین کو ماہانہ پانچسو دینار اس خدمت کے لئے دیتے تھے۔ جن میں حنین بن اسحاق۔ حبیش بن الحسن اور ثابت بن قرہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔"

"یہ تینوں بھائی بنو موسیٰ کے نام سے بھی معروف ہیں۔ ان علماء نے علوم قدیمہ کی تحصیل میں انتہا کر دی تھی۔ اپنے مال و دولت کا بڑا حصہ صرف کیا۔ کتابوں کے مطالعہ اور تحقیق میں اپنے نفوس کو تھکا ڈالا۔ بڑی رقم خطیر صرف کر کے مختلف اماکن اور بلاد سے علوم قدیمہ کے مترجمین کو طلب کیا۔ اور حکمت کے عجیب و غریب ابواب و مضامین کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ ان تینوں بھائیوں پر علم ہندسہ۔ حیل۔ حرکات۔ موسیقی اور

نجوم کا زیادہ غلبہ تھا۔ اس لئے انہوں نے انہیں مضامین پر کتابیں تالیف کیں۔[۱]

قسطا بن لوقا نے بھی بلاد روم سے کتابوں کو جمع کیا۔ بعض کا خود ترجمہ کیا اور بعض کا ترجمہ کرایا۔ یہ خود یونانی۔ سریانی اور عربی کا بہت بڑا عالم تھا۔ طب۔ فلسفہ۔ ہندسہ اور موسیقی میں مہارت تامہ رکھتا تھا۔

یوحنا بن ماسویہ نے بھی روم کا سفر کتابوں کی تلاش اور جستجو کے لئے اختیار کیا۔ یہ خود مترجم بھی تھا اور مصنف بھی۔ مامون۔ معتصم۔ واثق اور متوکل کے زمانہ تک یہ علمی خدمت انجام دیتا رہا۔ زیادہ تر اس نے طب کی نایاب کتابیں مرتب کی ہیں۔[۲]

بختیشوع بن ابی جبریل بھی اس زمانہ میں فن طب کا امام مانا جاتا تھا۔ اس نے ہارون امین۔ مامون۔ معتصم۔ واثق۔ اور متوکل کے زمانہ تک اس فن کی خدمت کی عزت حاصل کی۔

یونانی اور سریانی سے ان کتابوں کے ترجمہ میں۔ حجاج بن مطر۔ قسطا بن لوقا۔ حنین۔ اسحاق۔ ثابت۔ حبیش۔ عیسیٰ بن یحییٰ۔ دمشقی۔ ابراہیم بن الصلت۔ ابراہیم بن عبداللہ یحییٰ بن عدی۔ تفلیسی وغیرہ قابل ذکر ہیں جنہوں نے ان علوم وفنون پر متعدد کتابیں لکھی ہیں۔

فارسی زبان سے جن علماء نے ترجمہ کا کام اعلیٰ معیار سے انجام دیا ہے۔ ان میں آل نوبخت خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ ابن المقفع۔ موسیٰ۔ یوسف۔ ابن خالد تمیمی ابوالحسن۔ حسن بن سہل۔ البلاذری۔ احمد بن یحییٰ بن جابر۔ جبلہ بن سالم کاتب ہشام۔ اسحٰق بن یزید۔ محمد بن جہم البرمکی۔ ہشام بن القاسم۔ موسیٰ بن عیسیٰ الکردی۔ زادویہ بن شاہویہ الاصفہانی۔ محمد بن بہرام۔ ابن مطیار الاصفہانی۔ بہرام بن مردان شاہ فارسی۔ عمر بن فرخان نے مختلف علوم وفنون کا ترجمہ فارسی سے انجام دیا۔[۳]

---

[۱] تا [۲] ابن ندیم ۳۷۸۔ [۳] ابن ندیم ۳۳۹۔ ۳۴۲۔

عرب اور علوم ہندوستان کا احیا ہندی (سنسکرت) سے ترجمہ کرنیوالوں میں منکہ الہندی۔ جو اسحاق بن سلیمان بن علی الہاشمی کی معیت میں ہندی (سنسکرت) سے ترجمہ کرتا تھا۔ اور ابن دھن الہندی جس کے سپرد برامکہ کا شفاخانہ تھا۔ ہندی زبان کے مترجمین میں معروف ہے۔ ؎۱

اس زمانہ تک طب کی جو کتابیں ہندی سے عربی میں ترجمہ ہو چکی تھیں ان میں قابل ذکر یہ ہیں۔ یہ کتابیں ۳۸۵ھ ہجری تک موجود تھیں۔ ابن ندیم مختلف مواقع پر ان کا تذکرہ کرتا ہے۔

(۱) کتاب سسرد۔ یہ دس مقالات پر مدون ہے۔ یحییٰ بن خالد برمکی نے منکہ الہندی کو جو شفاخانہ پر مامور تھا اس کی شرح کا حکم دیا تھا۔

(۲) کتاب استانکر الجامع۔ ابن دھن نے اس کی شرح لکھی ہے۔

(۳) کتاب سیرک۔ عبداللہ بن علی نے ہندی سے عربی میں ترجمہ کیا۔ یہ ہندی کی پہلی کتاب ہے جو عربی میں ترجمہ کی گئی۔

(۴) کتاب سندستاق ؎۲ جس کے معنے صفوۃ النجح ہیں۔ ابن دھن نے اس کا ترجمہ کیا۔ اور شرح لکھی۔

(۵) کتاب مختصر للھند فی العقاقیر (ہندوستان کی جڑی بوٹیوں کے خواص میں تھی)

(۶) علاجات الحبالی للہند۔ (حاملہ عورتوں کے علاج کے جو طریقے ہندوستان میں رائج تھے ان سے بحث کی ہے)

(۷) کتاب توقشتل۔ اس میں سو امراض کے سو معالجات مندرج ہیں۔

(۸) کتاب روسا الہندیہ (عورتوں کے امراض میں مخصوص کتاب ہے)

(۹) کتاب السکر للہند ۔ (حاجی خلیفہ نے للہندی لکھا ہے ۔گویا اس کے زمانہ تک بھی یہ کتاب پائی جاتی تھی)

(۱۰) کتاب اسماء عقاقیر الہند ۔منکہ نے اسحاق بن سلیمان کے لئے اس کی شرح لکھی ۔

(۱۱) کتاب رای الہندی ۔سانپ کے اقسام اور ان کے زہریلے اثرات پر ہے ۔ (غالباً رای مصنف کا نام ہے) [۱]

(۱۲) کتاب السموم ۔حاجی خلیفہ نے لکھا ہے کہ کتاب السموم شاناق الہندی کی ہے اور پانچ مقالات پر مرتب ہے ۔منکہ الہندی نے اسے ہندی سے فارسی میں ترجمہ کیا ہے ۔[۲]

(۱۳) کتاب الجفر الہندی ۔عطارد بن محمد نے اس کی شرح لکھی ہے ۔

(۱۴) کتاب الوہم فی الامراض والعلل لتوقشتل الہندی ۔

ہیئت اور نجوم میں جو کتابیں ترجمہ ہوئیں وہ یہ ہیں ۔

(۱۵) کتاب اسرار الموالید لکنکہ الہندی ۔

(۱۶) کتاب القرانات الکبیر لکنکہ الہندی ۔

(۱۷) کتاب القرانات الصغیر لکنکہ الہندی ۔

(۱۸) کتاب الموالید لجودر الہندی ۔

(۱۹) کتاب اسرار المسائل لصنجہل الہندی ۔

(۲۰) کتاب الموالید الکبیر لنہق الہندی ۔

ان کے علاوہ جن مشہور علماء ہند کی طب اور نجوم کی تصانیف ہم تک پہنچی ہیں ان کے نام یہ ہیں ۔

---

[۱] ابن ندیم صفحہ ۴۲۱ [۲] کشف ۔ ۲ ۔ ۱۸۲ ۔

باگھر۔ راجہ۔ صکہ۔ داہر۔ آنکو۔ زنکل۔ جبھر۔ اندی۔ جباری۔ [1]

حیرت ہے کہ اسی زمانہ میں ہندوستان کے مختلف مذاہب پر بھی ایک کتاب دستیاب ہوئی۔ جس میں جملہ فرق کے حالات۔ اخلاق و عادات سے بحث کی گئی ہے۔

ابن ندیم لکھتا ہے۔

"مجھکو ایک جز ملا جس کے لوح پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔ "کتاب فیہ ملل الہند وادیانہا" (یعنی یہ ایسی کتاب ہے جس میں ہندوستان کے اقوام اور ان کے مذاہب سے بحث ہے) میں نے اس کتاب کو مذکورہ نسخہ سے نقل کیا یہ یوم جمعہ ۳ محرم سنہ ۲۴۹ھ ہجری کا مکتوبہ تھا" (ابن ندیم کہتا ہے) مجھے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ عبارت کس کی ہے لیکن میں نے اس کو پورا پڑھا تو یعقوب بن اسحاق الکندی کی شان تحریر کا پتہ چلتا تھا" اس عبارت کے نیچے یہ قصہ بھی اسی کاتب کے ہاتھ کا لکھا ہوا

"بعض متکلمین نے یہ بیان کیا ہے کہ یحیٰی بن خالد برمکی نے ایک شخص کو ہندوستان بھیجا تھا تاکہ وہ وہاں کی جڑی بوٹیاں لائے اور اہل ہند کے ادیان کی ایک تاریخ بھی مرتب کرے۔ یہ کتاب اسی شخص کی لکھی ہوئی ہے۔"

(ابن ندیم کہتا ہے) کہ عربوں کی حکومت میں سب سے پہلے یحیٰی بن خالد البرمکی نے ہندوستان کی طرف توجہ کی ہے۔ جس نے ہندوستان کے علوم و فنون کو دریافت کیا۔ اور وہاں کے اطباء۔ علماء۔ اور حکماء کو دعوت دی۔ [2]

اس کتاب کے بہت سے مضامین کا خلاصہ ابن ندیم نے اپنی کتاب الفہرست میں دیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی اس موضوع کی کوئی کتاب اس کے پیش نظر ہے۔

---

[1] افسوس ہے کہ ان اسماء کی تصحیح نہیں ہو سکی۔ ابن ندیم نے اسی طرح لکھا ہے صفحہ ۳۴۸۔ [2] ابن ندیم صفحہ ۳۴۸

اس سے زیادہ تعجب خیز امر یہ ہے کہ ان اہم علوم کے ساتھ قصص و حکایات اور افسانہ تک کی کتابیں ترجمہ کی گئیں۔ جن میں سب سے مشہور کتاب کلیلہ و دمنہ ہے۔ اس کا متعدد علماء نے ترجمہ اور اقتباس کیا ہے۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل کتابوں کا ابن ندیم پتہ دیتا ہے۔

(۱) کتاب سندباد کبیر۔

(۲) کتاب سندباد صغیر۔

(۳) کتاب البد

(۴) کتاب یوناسف وبلوہر (غالباً یہ یوذاسف وبلوہر)

(۵) کتاب ادب الہند والصین۔

(۶) کتاب دبک الہندی۔ ایک مرد اور عورت کا افسانہ ہے۔

(۷) کتاب حدود منطق الہند

(۸) کتاب ملک الہند۔

(۹) کتاب شاناق فی التدبیر۔

(۱۰) کتاب اطرقی الاشربہ (مشروبات سے بحث کی ہے)

(۱۱) کتاب بیدپا فی الحکمہ۔

چوتھی صدی ہجری تک ان علوم و فنون کا چرچہ مصر۔ وشام۔ عراق و عجم اور روم و یونان میں اس طور پر ہوا کہ ساری کائنات محو تماشہ بن گئی۔ ارسطو کا فلسفہ۔ اقلیدس کے مقالات۔ بطلیموس کا علم ہندسہ و ہیئت۔ مجسطی کے علوم افلاک۔ بقراط و جالینوس کی طب اور تشریح اور ہرمس بابلی کی حکمت اور نجوم کا نہ صرف انکشاف ہوا بلکہ ان کے

تراجم پر بہت سی شرحیں ان پر متعدد تبصرے اور ان مضامین پر تالیفات کا کام مختلف ممالک میں عرصہ تک انجام پاتا رہا۔ ان عنوانات پر بڑے بڑے اسکول۔ ریسرچ سوسائیٹیاں۔ اور مجالس بحث و مذاکرہ ملک کے گوشہ گوشہ میں قائم ہوئیں جنہوں نے عرب و عجم اور روم و فارس کے مذاق علمی میں عظیم الشان انقلاب برپا کیا۔

فاراب کا ترکی نژاد تحصیل علم کے لئے مدینۃ العلم بغداد پہنچتا ہے۔ جہاں کے مشاہیر درس سے استفادہ کے بعد وہ شیخ ابو نصر فارابی کے نام سے علمی دنیا میں پکارا جاتا ہے جس نے ارسطو کی تمام کتابوں کا مطالعہ کیا ہے! اور اس کی کتاب النفس کو سو بار پڑھ کر اس کے دقائق و معانی کو حل کر چکا ہے۔ اور جو علم سیاست و حکمت میں ماہر ہونیکے بعد علم موسیقی کا مدون تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کی تالیفات اور تصانیف اب تک مدارس اور کلیات کے بزم درس میں شریک ہیں۔

بخارا کا ایک تو خیز طالب علم دس سال کی عمر میں علم قرآن۔ ادب۔ فقہ۔ حساب اور جبر و مقابلہ کے نصاب تعلیم کو ختم کر کے فلسفہ و منطق اور اقلیدس و مجسطی کی تحصیل میں مشغول ہوتا ہے۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں علوم طبیعیات و الٰہیات کا امام تسلیم کیا جاتا ہے اور اپنی تالیفات اور تصنیفات کی مقبولیت سے ارسطو کے نام کو بھلا دیتا ہے اسے شیخ الرئیس ابو علی بن سینا کے نام سے دنیا آج تک یاد کر رہی ہے۔

سرزمین بغداد سے ایک فلسفی عالم پیدا ہوتا ہے۔ یہ ارسطو طالیس کے فلسفہ و منطق اور علوم طبیعیہ و الٰہیہ پر ایک مبسوط کتاب لکھتا ہے۔ اس کے مسائل پر مختلف علماء اور حکماء کے اقوال جمع کر کے ان پر منطقیانہ بحث و تبصرہ کرتا ہے۔ اور پھر منصفانہ نظر سے ان آراء پر فیصلہ اور دلائل و براہین سے جو ثابت ہوتا ہے

اس کی آزادانہ تصویب کرتا ہے۔ یہ عالم ابوالبرکات ہبتہ اللہ بن علی بن ملکا بغدادی ہے جو خلیفہ المستنجد باللہ کے عہد میں موجود تھا فلسفۂ ارسطو کے رد میں یہ پہلا عالم ہے جس نے مکمل طور پر نہایت حریت سے قلم اٹھایا ہے۔

ان اختراعات علمیہ۔ ایجادات ذہنیہ اور ترقیات طبعیہ کے بعد یہ کیسے یقین کیا جاسکتا ہے کہ بنو عباس کے آخری دور میں علم کے فیوض و برکات نہ تھے۔ فضل و کمال کا چرچہ نہ تھا۔ یا فنی اور علمی ترقی مسدود ہو گئی تھی۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ یہ سب کچھ تھا لیکن پھر بھی بغداد کے گلستان علم پر یکایک خزاں آتی ہے اور تاتاری طوفان ان تمام مدارس و مجالس کے روشن چراغ کو بجھا دیتا ہے۔ دفائن و خزائن علمی کو اسی دجلہ میں جو کبھی علم و معرفت کی موجیں مارتا تھا غرقِ آب کر دیتا ہے اور علمی دنیا بزبان حال یہ افسانہ سنتی ہے۔

تلك آثارنا تدل علينا فاطلبوا بعدنا من الآثار

بنو عباس کے مورخ مولانا شبلی لکھتے ہیں۔

"ممالک مشرقیہ کے علم و فن کی ابتدا دولت سے ہوئی جس کا صدر مقام بغداد تھا عباسی حکومت کا مائۂ خمیر پارسی اور عیسائی قومیں تھیں اور اسی وقت تک ان کا ہر قسم کا لٹریچر زندہ تھا۔ ان کی آمیزش سے اسلامی علوم و فنون پر ابتدا ہی سے فلسفہ کا رنگ آگیا اور گو ایک مدت تک فقہا اور محدثین بہت کچھ دامن بچاتے رہے لیکن آخر مذہب اور فلسفہ اس طرح شیر و شکر بن گئے کہ آج عقائد کو فلسفہ سے جدا کرنا ہے گویا ناخن کو جدا کرنا لیکن اسپین کی حالت اس سے بالکل برخلاف تھی۔ اسپین میں اسلامی حکومت کی ترکیب بالکل خالص اور بے میل تھی۔ یعنی عرب کے سوا کوئی دوسری قوم کا شائبہ تھا

عرب کے قبائل اس کثرت سے وہاں جاکر آباد ہو گئے تھے کہ اسپین حجاز و نجد کا ایک مرکز بنگیا۔" ؎۱

عربوں نے ایک دوسرا علمی دنگل اسپین میں قائم کیا۔ جہاں ان کی حکومت عرصہ سے موجود تھی۔ لیکن چوتھی صدی ہجری کے وسط میں خلیفہ الحکم نے ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کیا۔ یہ بادشاہ نہ صرف علم دوست بلکہ ناشر علم بھی تھا۔ اس نے بہت بڑا کتبخانہ قائم کیا۔ بغداد و مصر و شام سے نوادر کتب منگائے۔ جدید اصول تعلیم کو مروج کیا اور فلسفہ کے مدارس کا افتتاح کیا۔

فرح انطون، ایک عیسائی مستشرق لکھتا ہے۔

"یہ بادشاہ علم کا بڑا شیدا تھا۔ اس نے بلاد اندلس میں علوم و فنون کی اشاعت اور ترویج میں شاہانہ اولوالعزمی سے کام لیا۔ بہت سے علماء و فضلاء کو بطور قاصد کے دنیا کے ہر گوشہ میں بھیجا تاکہ وہ قدیم و جدید علوم و فنون کی جملہ کتابیں تلاش کر کے شاہی کتبخانہ کے لئے مہیا کریں۔ اس اہتمام کا اتنا بڑا اثر ہوا کہ جو کتابیں شام اور فارس میں مدون ہوتی تھیں وہ ان ممالک میں شائع ہونیکے قبل اندلس میں پہنچ جاتی تھیں اور وہاں ان پر درس شروع ہو جاتا تھا۔ اسکندریہ۔ دمشق اور بغداد میں بادشاہ کی جانب سے ایجنٹ مامور تھے جو جدید و قدیم علوم کی کتابوں کو بڑی گراں قیمت پر خرید کر بادشاہ کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے۔" ؎۲

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب ابو الفرج اصفہانی (صاحب الاغانی) نے اپنی

؎۱ الندوہ ماہ شوال ۱۳۲۲ھ   ؎۲ ابن رشد و فلسفہ صفحہ ۱۲

یکتائے موضوع کتاب جو اشعار کے انتخابات پر مشتمل تھی مرتب کی تو خلیفہ الحکم نے ان کے پاس ایک ہزار دینار بھیجے تاکہ پہلا نسخہ وہ اس کی خدمت میں نذر کردے۔ چنانچہ یہ کتاب اندلس میں عراق سے قبل پڑھی گئی۔ اس خاص توجہ شاہانہ نے قصر خلافت میں ایک بڑا مرکز علم قائم کردیا تھا۔ جس میں نساخین (کاتبین) مجلدین (جلد ساز) اور ادبا ہر وقت کا مجمع رہتا تھا۔ شاہی کتبخانہ میں چار لاکھ کتابیں تھیں۔ جب کتبخانہ کی عمارت بدلی جاتی تھی تو ان کتابوں کے حمل و نقل کے لئے کئی مہینے درکار ہوتے تھے۔ اس کتبخانہ کی فہرست ۴۴ جلدوں میں تھی جس میں سوائے کتاب کے نام کے اور کچھ نہ تھا (اس سے اس کی عظمت کا پورا اندازہ کیا جاسکتا ہے) لے

خلیفہ الحکم خود انساب اور تراجم کا بہت بڑا عالم تھا۔ کوئی کتاب اس کے مطالعہ سے نہیں چھوٹتی تھی جب کبھی کسی کتاب کا مطالعہ کرتا تھا تو اس کے ایک صفحہ پر مؤلف کا نام نسب، تاریخ ولادت، یوم وفات، کتاب کی اہمیت اور وہ نکات جو اس کے مطالعہ کے نتائج ہوتے تھے سب کو اپنے قلم سے لکھتا تھا۔ یہ اپنے اوقات کا بڑا حصہ ان اہل علم و ادب کے ساتھ بسر کرتا تھا جو قصر شاہی میں بلاد اسلامیہ سے آتے جاتے تھے۔ یہی مؤرخ لکھتا ہے۔

"فلک علم و ادب کی اس گردش نے ایک ایسا بدیع المثال نتیجہ پیدا کیا جو اس سے پہلے نہ پیدا ہوسکا تھا۔ اور جس کے ذکر کے لئے خود قلم نغمہ سرا ہے۔ یعنی اس عہد میں عناصر ثلاثہ یہود، مسلمان اور عیسائیوں میں علم، فلسفہ، اور حکومت نے ایسی

خوشگوار اور لطیف آب و ہوا میں ان عناصر کا اختلاط اس مصالحت عظمیٰ کا باعث ہوا۔ یہاں تک کہ مسلمان۔ یہود اور عیسائی اس سرزمین میں ایک ہی زبان یعنی عربی جو سب سے اچھی زبان ہے بولتے تھے۔ ایک ہی کتاب کو لکھتے اور پڑھتے تھے اور فلسفہ و علوم الٰہیہ ایک ہی جگہ مجتمع ہو کر حاصل کرتے اور اس سے اپنے قلوب کو منور کرتے تھے۔ ان عناصر مختلفہ میں کچھ ایسی مروت رواداری اور اتحاد پیدا ہو گیا تھا جس کو ہم موجودہ زمانہ (مصریوں کے اتحاد) سے تشبیہ دے سکتے ہیں یا اس سے بھی زیادہ وسعت نظری کے ساتھ یہ اجتماع عظیم پیدا ہوا تھا۔ جس نے تمام ان حواجز اور موانع کی جو ان کی مختلف جماعتوں میں پیدا ہوتے ہیں یکدم دفع کر دیا تھا اور سب کو ایک تمدن اور سیاست کی خدمت کے لئے ہمہ تن مستعد بنا دیا تھا۔" [1]

ابن ابی اصیبعہ نے تاریخ الحکماء میں لکھا ہے۔

"حکم کے زمانہ تک اسپین کے یہودی اپنے مذہبی رسوم اور مسائل فقہیہ میں بغداد کے یہودی علماء کے محتاج تھے اور وہیں سے فتاوے منگواتے تھے۔ لیکن جب خلیفہ حکم نے حسدای بن اسحاق کو۔ جو ایک یہودی عالم تھا۔ دربار میں داخل کیا اور مال و دولت سے مالا مال کر دیا تو اس نے مشرقی ممالک سے تمام مذہبی تاریخیں زرِ کثیر صرف کر کے حاصل کیں اور اس وقت سے اسپین کے یہودی بغداد سے بالکل بے نیاز ہو گئے۔" [2]

مولانا شبلی نے لکھا ہے۔

---

[1] فلسفہ ابن رشد

[2] تاریخ الحکماء جلد ۲ صفحہ (۵۰)

"حکم کے طرزِ عمل نے تعلیم کے دائرہ کو نہایت وسیع کر دیا۔ یعنی مسلمان۔ یہود اور نصاریٰ سب میں فلسفہ و معقولات کی تعلیم پھیل گئی۔ ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ان فریقوں میں باہمی علمی تعلقات قائم ہوئے۔ یہود و نصاریٰ پہلے بھی مسلمانوں کی شاگردی سے عار نہ رکھتے تھے لیکن اب مسلمانوں کو بھی غیر مذہب والوں کی شاگردی سے عار نہ رہا۔"

آخر ش اس بزم اجتماع و اتحاد کو نظر لگی آسمان نے گردش بدلی اور زمین نے اس کی ہمنوائی کی۔ اِدھر خلیفہ حکم دنیا سے رخصت ہوا اور ادھر یہ تمام فلسفہ و حکمت کے عکس ریز کارخانے ماند پڑ گئے۔ نور افشاں انجمنیں سرد پڑ گئیں۔ مجالس علمیہ کے روشن چراغ گل ہو گئے اور انمول خزانہائے علمیہ بھڑکتے ہوئے شعلوں کی نذر کر دئے گئے۔

فرح انطون عیسائی مستشرق اس علمی حادثہ کا اس طرح ماتم کرتا ہے۔

"ہائے افسوس کہ یہ سنہرے ایّام زیادہ دنوں تک نصیب نہ ہوئے۔ خلیفہ حکم کی وفات کے بعد جب اس کا بیٹا ہشام سریر آرا ہوا تو چونکہ وہ بہت ضعیف الرائے انسان تھا اس لئے منصور حاجب نے اس پر تسلط اور قبضہ جمایا۔ اور حکومت کو قوی کرنیکے لئے ہشام کو اس امر کی ترغیب دی کہ علماء اور فلسفہ کی بد دینی کا اعلان کرے۔ چنانچہ قرطبہ۔ جو فلسفہ و حکمت سے معمور تھا۔ یکدم خالی کر دیا گیا۔ اور قصر الخلفاء کی علمی شہرت مٹا دی گئی۔ حتیٰ کہ فلسفہ۔ منطق اور فلکیات کی جملہ کتابیں قرطبہ کے میدانوں میں جلا دی گئیں اور جو کتابیں اس عظیم الشّان کتبخانہ میں محفوظ رہ گئی تھیں ان کو سستے داموں مختلف ممالک میں بھیج کر فروخت کر ڈالا گیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ فلسفہ کا ہر طالب علم اپنے کو اور اپنی کتابوں کو چھپاتا پھرتا تھا یہاں تک کہ

اپنے احباب سے بھی تذکرہ نہیں کرتا تھا"

یہی مؤرخ آگے چلکر ایک عجیب وغریب نظریہ پیش کرتا ہے۔

"(اس حادثہ سے) اس کے سوا اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس دور حیات میں یہ امر مقرر ہے کہ ہر افراط و تفریط کا ردعمل ضرور ہوتا ہے" ؎

مرابطین کے زمانہ تک یعنی تقریباً دو صدی اندلس کا بازار علم سرد رہا۔ اس کے بعد موحدین کا دور حکومت آیا۔ جس کا سب سے پہلا خلیفہ عبدالمؤمن ہوا اس نے پھر اس بازار کو از سر نو سجایا۔ علم و حکمت کی اشاعت کی۔ علماء و فلاسفہ کو دور دور سے بلایا اور علمی خدمات اور مناصب جلیلہ پر فائز کیا۔

ابن زہر۔ ابن باجہ۔ ابن طفیل وغیرہ اس دربار علم کے فیض یافتہ فلاسفہ ہیں جن کی شہرت، علمی تحقیق اور قوت فکریہ نے دوبارہ اندلس کو معدن علم و فضل اور مرکز فلسفہ و حکمت بنایا۔ ابن رشد کو اپنے ایام شباب میں اسی بادشاہ علم کے دربار میں تربیت پانیکا شرف حاصل ہو چکا تھا۔ اور مدارس کے افتتاح اشاعت علم کے خدمات انجام دینے کا موقعہ مل چکا تھا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کا ولیعہد یوسف بن عبدالمومن سریر آرائے حکومت ہوا۔ جو عربی کا بہت بڑا عالم۔ صحیح بخاری کا حافظ۔ اور فقہ کا مسلم استاد تھا۔ ان علوم سے فراغت کے بعد اس نے فلسفہ کی طرف اپنی توجہ مبذول کی اور اندلس کے مشہور فلسفی ابن طفیل کو مقربین خاص میں داخل کیا۔ ابن طفیل نے اس موقعہ کو مغتنم سمجھ کر اپنے علماء عصر کو دربار میں جگہ دی۔ سب سے پہلے ابن رشد کو جو اس کا بڑا مخلص دوست تھا خلیفہ کا مقرب بنایا۔ ابن رشد پر اس زمانہ میں

؎ ماخوذ ابن رشد مرتبہ فرح انطون صفحہ ۱۲ و ۱۳

فلسفہ ارسطو کا غلبہ تھا اور خود خلیفہ یوسف بھی اسی فلسفہ کا دلدادہ تھا۔ اس کی تمنا یہ تھی کہ ارسطو کی کتابوں کی کوئی بہتر شرح لکھی جاتی چنانچہ ابن طفیل نے اس کام کے لئے ابن رشد کا انتخاب کیا۔ ابن رشد اپنے تلامذہ کے سامنے اس واقعہ کو ان الفاظ میں دہراتا ہے۔

"آج ابن طفیل نے مجھ کو طلب کر کے یہ کہا کہ آج امیر المومنین فلسفہ' ارسطو' کی پیچیدگی کی شکایت اور اس کے مترجمین پر اظہار تاسف فرما رہے تھے۔ مجھ سے یہ ارشاد ہوا کہ کوئی شخص ارسطو کی کتابوں کی ایسی شرح لکھتا جو قابل فہم ہوتی۔ میرا خیال ہے کہ تم اس کام کو انجام دینے کی قدرت رکھتے ہو۔ اور جس حد تک میں نے تمھارے ذہن۔ فہم اور قوت ارادہ کا اندازہ کیا ہے۔ تم اس کے اہل ہو اس لئے تم اس کام کو شروع کر دو۔ کیونکہ میں زیادتی عمر اور دربار خلافت کی پابندی کی وجہ سے بالکل معذور ہوں۔ (ابن رشد نے بیان کیا) اسی زمانہ سے میں ارسطو کی کتابوں پر شرحیں لکھنے میں ابن طفیل کی ہدایت کی بنا پر مشغول ہو گیا درحقیقت ان شروح کے لکھنے کا اصلی سبب یہی تھا"

ابن رشد کے ان علمی خدمات نے اس کا رسوخ اور اعزاز بادشاہ کے یہاں بہت بڑھا دیا۔ چنانچہ ۵۶۵ہجری م (۱۱۶۹ء) میں وہ اشبیلیہ کا قاضی مقرر ہوا۔ (۱۱۸۲ء) میں امیر المومنین نے اس کو ابن طفیل کی جگہ پر اپنا طبیب خاص اور قاضی القضاۃ کے عہدہ پر سرفراز کیا۔ اس طرح ابن رشد اپنے دادا کی جگہ پر بڑے مرتبے کے ساتھ پہنچ گیا۔

امیر یوسف کے انتقال کے بعد جب خلیفہ یعقوب المنصور باللہ تخت نشین ہوا تو

اس نے ابن رشد اور دوسرے علما اور حکماء کی بڑی قدر و منزلت کی۔ اور ابن رشد پر خاص نظر شاہانہ منعطف کی۔ چنانچہ وہ اپنے اکثر اوقات کو ابن رشد کے ساتھ مسائل فلسفیہ بحث و مباحثہ میں گزارتا تھا جس کی وجہ سے اس کا تقرب علماء عصر سے دیکھا نہ گیا۔[1] انہوں نے ابن رشد کے تفلسف اور بد دینی کی طرف خلیفہ کی توجہ مبذول کرائی۔ تھوڑے ہی دنوں میں خلیفہ کو ابن رشد سے بدظن کر دیا جس کی وجہ سے ابن رشد نے دربار کی حاضری موقوف کر دی۔ اس کے بعد فقہا نے اجتماعی طور پر فلسفہ کی تعلیم حاصل کرنیوالوں کی بد دینی کا فتویٰ دیا۔ ان کی اجتماعی آواز نے خلیفہ کو متاثر کیا اور وہ تمام طلباء جو ابن رشد کے درس میں شریک ہوتے تھے ان کو خلیفہ کے حکم سے متفرق کر دیا گیا اور ابن رشد کو لیسانہ میں اقامت کا حکم ہوا۔ فلسفہ و کلام میں بحث و مذاکرہ کی سخت ممانعت کی گئی۔ جس کے لئے ایک منشور سلطانی صادر ہوا۔ اس کے بعد فنون طبیعیہ کی جملہ کتابوں کو حساب، طب، اور مواقیت کے علاوہ جلانے کا حکم دیدیا گیا بعض علماء کی سفارش سے منصور نے ابن رشد کی لغزشوں کو معاف کر دیا تھا اور آخر میں اس کو اور اس کے تلامذہ کو قرطبہ میں آنیکی اجازت دیدی تھی۔ لیکن اس معافی کے بعد ابن رشد ایک سال سے زیادہ زندہ نہ رہ سکا اور ۵۹۵ ہجری م (۱۱۹۸ء) میں وفات پا گیا۔

ابن رشد نے مسند قضا کی خدمت کے ساتھ ساتھ سلاطین کی مصاحبت کا فرض انجام دیا۔ ان کے خیالات و جذبات میں علم و حکمت کی عطر افشانی کی۔ ارسطو کے فلسفہ کا احیا کیا۔ مجسطی کی تالیف کو سنوارا۔ اور عربوں کے ایک جدید فلسفہ کی تاسیس کی

---

[1] واضح ہو کہ یہ ایک عیسائی مورخ کا خیال ہے جو ابن رشد کی محبت میں سرشار نظر آتا ہے۔

ایسا عظیم الشان کام انجام دیا جو صدیوں تک روم وفارس اور عرب وعجم کے حکماء وفضلاء کا محور خیال بنا رہا۔ یہودی اور نصرانی۔ بربری وترکی اور مغربی ومشرقی اقوام نے اس کا ایسا پرجوش خیر مقدم کیا جس نے ارسطو کے فلسفہ کو گویا خواب وخیال بنا دیا۔

الہیات اور طبعیات کے اس عالمگیر انقلاب کے بعد۔ عناصر ثلاثہ میں اس عظیم الشان اتحاد کے بعد۔ اور علم وسیاست کی اس وحدت عظمیٰ کے بعد کس مورخ کے قلم میں یہ طاقت بخشی گئی ہے جو اندلس کے تباہ کن مناظر کا نقشہ آپ کے سامنے کھینچے۔ اس ہولناک حوادث کی داستان سنائے اور خود روئے اور رلائے۔

بعد از وفات تربت ما در زمین مجو　　　　در سینہائے مردم عارف مزار ماست

فرح انطون عیسائی مستشرق لکھتا ہے۔

"یہ امر کہ فلسفہ ابن رشد نے یورپ میں کیا انقلاب پیدا کیا ایک مفصل تاریخ کو چاہتا ہے۔ اس موضوع پر قلم اٹھانا گویا ایک مفصل کتاب لکھنا ہے۔ کیونکہ یورپ میں اس فلسفہ کی ترویج کی تاریخ کے ساتھ ہم کو فلسفہ یہودیت اور رہبانیت کا پورا نقشہ کھینچنا پڑے گا۔ لیکن تاہم اس امر کا انکشاف بہت ضروری ہے کہ فلسفہ ابن رشد کو یورپ نے کس طرح مقبول بنایا اس لئے مختصر واقعات درج کئے جاتے ہیں۔"

یہودی اور اقوام یورپ میں اس فلسفہ کا ناشر اول ایک یہودی عالم تھا جس کو یہودی موسیٰ ثانی کے لقب سے یاد کرتے تھے اور اہل عرب ابن عبید اللہ کہا کرتے تھے بعض مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ موسیٰ ابن رشد کے تلامذہ میں تھا۔ اور قرطبہ میں اس کا مہمان بھی رہ چکا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ابن رشد بد دینی کے الزام میں جلاوطن کر دیا گیا تھا۔

اور بعض کہتے ہیں کہ موسی اندلس میں اس فتنہ سے قبل تیس سال تک ابن رشد کی مصاحبت میں رہا۔

اس کے بعد سے وہ ابن رشد کے فلسفہ کی تدریس کی خدمت انجام دینے لگا اور ارسطو کے فلسفہ سے اس کا موازنہ کرتا رہا اور ان دونوں کے موازنہ سے یہودیت کے لئے ایک جدید فلسفہ کی بنیاد ڈالی۔ یہود جب اس فتنہ سے تنگ آگئے تو انہوں نے اندلس کو چھوڑ کر بروفنسیا اور اس کے قریب کے پہاڑی مقامات میں سکونت اختیار کرلی۔ یہاں فرانسیسیوں سے اختلاط پیدا کیا اور یہیں عربی زبان سے مقاطعہ کیا جس میں وہ پہلے تالیف وتصنیف کی خدمت انجام دیتے تھے۔ اس کے ساتھ ان کو یہ احساس پیدا ہوا کہ اپنی زبان یعنی عبرانی زبان میں فلسفہ کی کتابوں کا ترجمہ کیا جائے۔ چنانچہ نہایت ہم آہنگی کے ساتھ اس کام کا آغاز ہوا سب سے پہلے جس خاندان نے ترجمہ کا کام شروع کیا ہے وہ طیبوں کے نام سے معروف ہوا جو اندلس سے ہجرت کرکے یونل میں پناہ گزیں ہوا۔ اس خاندان کے دو شخصوں نے موسی بن طیبون اور صموئیل بن طیبون نے ابن رشد کے خلاصہ کے ساتھ فلسفہ ارسطو کا ترجمہ کیا۔ یہ دونوں ابن رشد کے فلسفہ کے پہلے مترجمین میں ہیں جنہوں نے دوسری زبان میں اس کا ترجمہ کیا ہے۔

اس کے بعد یہوذا ابن کوہین الطلیطلی نے جو شہنشاہ فریڈرک کے مقربین میں تھا ۱۲۴۷ء میں طلب الحکمۃ کے نام سے ایک کتاب لکھی جس کا انحصار فلسفہ ابن رشد پر تھا اس بادشاہ کے لئے یعقوب بن ابی مریم یہودی نے ابن رشد کی بہت سی کتابوں کا ۱۲۳۴ء میں ترجمہ پیش کیا۔ اس کے بعد ۱۲۸۷ء میں کالونیم بن کالونیم نے ابن رشد کی کتابوں کا ترجمہ عبرانی زبان میں کیا۔ چونکہ یہ لاطینی زبان بھی جانتا تھا اس لئے تھافۃ التھافۃ کا

ترجمہ اسی زبان میں ۱۳۲۸ء میں انجام دیا۔

عربوں کے فلسفہ کا ترجمہ لاطینی زبان میں باضابطہ طور پر طلیطلہ کے سب سے بڑے راہب مونسیور ریموند (ڈریمونڈ) کی توجہ سے انجام پایا اس اسقف نے طلیطلہ میں ۱۱۳۰ء سے ۱۱۵۰ء تک ایک ادارہ فلسفہ کی کتابوں کے ترجمہ کے لئے قائم کیا جس میں خاص طور پر ابن سینا کا فلسفہ پیش نظر تھا۔

فلسفہ کے علاوہ طب، فلکیات، ریاضیات کی کتابوں کے ترجمہ کا بھی کام شروع کیا گیا۔ جس کی طرف پہلے قسطنطین افریقی، جربرت۔ افلاطون دی تریفولی، وغیرہ سبقت لے جا چکے تھے۔ اس ادارہ میں علماء یہود بحیثیت مترجم کام انجام دیتے تھے جن میں قابل ذکر اور مشہور شخصیت یوحنا اشبیلی کی ہے۔ ان مترجمین نے لاطینی زبانوں میں ابن سینا کے اکثر مؤلفات کا ترجمہ کیا اس کے چند سال کے بعد جرارد دی کریمون، فریدی مولائی نے فارابی اور کندی کی کتابوں کا ترجمہ کیا۔

اس دار الترجمہ کے اکثر ارکان یہودی ہوتے تھے اور کبھی وہ مسلمان بھی اس خدمت پر مامور ہوتے تھے جو یورپ سے اختلاط پیدا کر چکے تھے۔ اس ادارہ کا ایک ناظر ادبی ہوتا تھا جو عموماً راہبوں میں سے منتخب ہوتا تھا اور جو یونانی الفاظ کی صحت پر نظر ثانی کرتا تھا۔ غرضکہ بارہویں اور تیرہویں صدی تک خاص طور پر عربی سے لاطینی زبان میں ترجمہ کا کام بڑی سرگرمی سے ہوتا رہا اس کے بعد سے یہی کتابیں عبرانی زبان میں منتقل کی گئیں۔

یہی مورخ لکھتا ہے۔

ابن رشد کے فلسفہ کی اشاعت سے قبل عام طور پر یورپ میں لاہوتی مسائل کا

چرچا تھا اور اسی نے فلسفہ کی صورت اختیار کر لی تھی ۔ ان مسائل کو مذہبی علماء نے لاطینی زبان میں ایک مجموعہ کی شکل میں جمع کر دیا تھا۔ لیکن جب عربوں کا فلسفہ یورپ پہنچا تو گویا اسے فلسفہ کی ایک انسائیکلوپیڈیا ہاتھ آگئی جو فلسفہ ارسطو اور فلسفہ ابن رشد کا بہترین ذخیرہ تھی ۔

۱۲۳۰ء میں میخائیل اسکوت (ScoTH) نے سب سے پہلے فلسفہ ابن رشد کو یورپ پہنچایا۔ چنانچہ اس کو اہل یورپ نے "موسس فلسفہ رشدیہ" کے نام سے یاد کیا ہے میخائیل اسکوت شہنشاہ فریڈرک ثانی کے مقربین علماء میں تھا جو فلسفہ ارسطو کے ترجمہ کا سخت مخالف تھا۔ کیونکہ اس کو ذاتی طور پر عربوں کے فلسفہ سے خاص دلچسپی تھی۔ اس کے بعد بھی اس بادشاہ کے عہد میں متعدد مترجمین نے بہت سی کتابوں کا ترجمہ پیش کیا۔ یہاں تک کہ تیرہویں صدی کے وسط تک ابن رشد کی جملہ تصانیف کا لاطینی زبان میں ترجمہ ہو گیا۔ گویا اسی بادشاہ نے فلاسفہ اور مترجمین کی فلسفہ کتابوں کے ترجمہ میں حوصلہ افزائی کی ۔

یورپ میں اول اول فلسفہ عرب کو شہرت حاصل ہوئی اور کلیات ۔ مدارس مکاتب، اور ادارات میں اس کا بڑا چرچا رہا۔ لیکن اس کی مخالفت کے لئے اکلیروس نے ایک ہنگامہ بپا کر دیا کیونکہ اس فلسفہ کے اصول سے مذہب پر ضرب پڑتا تھا چنانچہ ۱۲۰۹ء میں سب سے پہلے مجلس محاکمہ پیرس میں منعقد ہوئی جس میں اکلیروسی جماعت نے اموری بفیدوی دینان اور ان کے تلامذہ کو فلسفہ کی تعلیم اور اس کی شروح کی اشاعت میں ملزم قرار دیا۔ ۱۲۱۵ء میں اکلیروس نے فلسفہ ارسطو کی تعلیم کو منع کیا اور ۱۲۳۱ء میں پاپا غریغوریوس (گریگوریس) نے فلسفہ عرب کی تعلیم کی عام طور پر ممانعت کر دی۔

اس کے بعد غلیلوم دوفرن ۔ لاہوتی البیر اور قدیس توما وغیرہ نے فلسفہ عرب کی سخت مخالفت کی ۔ قدیس توما نے فلسفہ لاہوتیہ کی تائید میں ابن رشد کے فلسفہ کا رد لکھا جس کے متعلق رینان کا قول ہے کہ یہ بہت امکان ہے کہ قدیس توما ابن رشد کے بڑے تلامذہ میں ہو کیونکہ وہ بحیثیت فیلسوف ہونیکے شارح عربی کا ممنون احسان ہے۔

قدیس توما کی مخالفت میں یورپ کی ایک بڑی جماعت اٹھی جس نے فلسفہ ابن رشد کی پُر زور تائید کی حتیٰ کہ کلیہ پیرس میں بہت سے ایسے اساتذہ جمع ہوئے جو ابن رشد کے حامی تھے ۔ اس کالج کے آثار میں تو دفتر ایسے دستیاب ہوئے جن میں ابن رشد کے فلسفہ پر بحث کی گئی ہے ۔ یہ کتابیں تیرھویں اور چودھویں صدی تک داخل درس تھیں ان کتابوں کے نشانات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روزانہ یہ زیر درس رہتی تھیں ۔

اس صدی میں فلسفہ ابن رشد سارے یورپ پر چھا گیا ۔ چنانچہ جب بادشاہ لوئی لیس یازدہم نے اصلاح تعلیم فلسفہ کا ۱۴۷۳ء میں ارادہ کیا تو اس نے فلسفہ ارسطو کے ساتھ ابن رشد کی شرح کو بھی طلب کیا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس شرح کو مفید سمجھتا تھا ۔

فلسفہ ابن رشد کی ترویج میں کلیہ بادو (پیڈو) نے بڑا حصہ لیا جو اطالیہ کی مشہور درسگاہ تھی ۔ یہاں سب سے پہلے ابن رشد کی طبی تصانیف درس میں شریک کی گئیں ۔ اس کے بعد فلسفہ کی کتابیں پڑھائی گئیں ۔ سبولونیا ۔ بندقیہ اور فراری وغیرہ سب اس درسگاہ کے زیر اثر تھے سب سے پہلا ناشر اس مدرسہ میں پطرس دابانو تھا جس کو مرنے کے بعد حکومت نے جلانیکا حکم دیا تھا ۔ اس کے بعد جان دی جاندونا نے فلسفہ ابن رشد کی حمایت کی جو سلطان الفلاسفہ کے نام سے مشہور ہوا ۔ اور

لوئی ہندقی نے اس کی اقتداء کی ۔ جہانتک کہ پندرہویں صدی میں فلسفہ ابن رشد اور دوسرے مدارس میں علی الاعلان پڑھایا جانے لگا ۔ اس زمانے میں سارا یورپ اس کا گرویدہ تھا ۔ ؎

ان صدیوں میں چونکہ یورپ مذہبی قیود ۔ فرقہ وارانہ اختلافات اور اوہام پرستی میں مبتلا تھا اس لئے اس نے سب سے پہلے فلسفہ و حکمت ہی کو اپنا نجات دہندہ تصور کیا ۔ چنانچہ جس سرعت کے ساتھ فلسفہ یونان ۔ فلسفہ عرب اور فلسفہ ابن رشد نے مقبولیت تامہ حاصل کی وہ اپنی آپ نظیر ہے ۔ جب کسی قوم کے قوائے عملیہ خارجی اثرات کی بناء پر بیکار ہوتے ہیں یا امتداد زمانہ سے ان میں اضمحلال پیدا ہو جاتا ہے تو قوائے فکریہ ۔ طبائع فطریہ ۔ اور قوالب متخیلہ میں ایک ہیجان پیدا ہو جاتا ہے اور یہ ہیجان اس وقت تک دفع نہیں ہوتا جب تک ان کو کوئی سکون کی منزل نہ ملے ۔ یورپ کو جس چیز نے سب سے پہلے آزادی خیال ۔ حریت طبع اور انشراح جذبات کا پیغام دیا ہے وہ یہی فلسفہ ابن رشد تھا جو صدیوں تک مرکز عقول بنا مدارس میں یہ پڑھایا گیا ۔ مجالس میں اس پر بحث ہوئی ۔ ادارات میں اس پر کتابیں تالیف کی گئیں اور راہبوں کے مذہبی جنگ کے مقابلہ میں یہ بطور عقلی ہتھیار استعمال کیا گیا جس کی وجہ سے یورپ کو غیر معمولی فتح حاصل ہوئی اور اس نے سارے براعظم میں اس فلسفہ کی اشاعت اور تبلیغ کا فریضہ ادا کیا ۔

اب لویس شیخو یسوعی اپنی کتاب آداب العربیہ میں لکھتا ہے ۔

السنہ مشرقیہ کی عمومی تعلیم اور عربی کی خصوصی نشر و اشاعت یورپ کی

؎ ماخوذ از فلسفہ ابن رشد ۔

تاریخ میں نیا کارنامہ نہیں ہے جیسا کہ بعض کا یہ خیال ہے بلکہ فتوحات اسلامیہ ہی کے زمانہ سے ان علوم و فنون کے محاسن اور غرائب کی طرف توجہ کی جانے لگی۔ ان فتوحات نے مشرقی اقوام کو بلاد مغربیہ سے بہت کچھ قریب کر دیا تھا۔ اگر آثار کا تتبع کیا جائے تو اس دعوے کی دلیل میں بہت سے شواہد مل سکیں گے خصوصاً اندلس اور روم میں تو مشرق اور مغرب کا سنگم ہی ہوا اس ارتباط نے بارہویں صدی میں اور قوت حاصل کی جبکہ بعض ایسے واقعات رونما ہوئے جن سے مشرقی اور مغربی اقوام میں امتزاج کا زیادہ موقعہ ملا۔

چنانچہ کاتھولکیہ کے گرجانے مشرقی علوم کی تحصیل کے لئے سب سے پہلے قدم اٹھایا اور آثار عربیہ کو لاطینی زبان میں منتقل کیا اس کا رئیس ڈیرکلون بطرس ۱۰۹۲ء تا ۱۱۵۶ء ان علوم کی سرپرستی کرتا رہا۔ اس نے خود اندلس کا سفر اختیار کر کے عربوں کے حالات کا پتہ چلایا اور نہایت حیرت کے ساتھ ان کے اخلاق و عادات کو جمع کرنے کی سعی و کوشش کی۔ اسی کے زمانہ میں جیرودی کریمون ۱۱۱۴ء (میں پیدا ہوا اور) ۱۱۸۷ء تک زندہ رہا جو علوم حکمت کا بڑا شیدائی تھا اور جس نے عربی زبان حاصل کر کے لاطینی زبان میں بڑے بڑے مصنفین رازی۔ ابن سینا۔ وغیرہ کے تصانیف ریاضیات، ہیئت اور طب کی کتابوں کا ترجمہ کیا جس کی تعداد ۶۰ تھی۔

۱۱۹۲ء و ۱۲۸۰ء میں دونیکٹ اور فرانسیسی راہبوں نے علوم مشرقیہ کی تحصیل اور ان کی درس و تدریس پر بڑا وقت صرف کیا اول الذکر جب پیرس میں ارسطو کے فلسفہ پر لکچر دیتا تھا تو اس کے شروح کو بطور سند پیش کرتا تھا اور اس سے استفادہ کرتا تھا۔

۱۲۵۵ء میں روساء دومنکان نے پیرس اور بلاد کستان میں ایک بڑا مدرسہ قائم کیا جس میں عبرانی، عربی، اور سُریانی زبانوں میں تعلیم دیجاتی تھی۔

فرانسیسی علماء میں سکوت (SCOTH) جس نے طلیطلہ میں عربی زبان حاصل کی تھی مشرقی علوم پر بہت کچھ لکھا رومانی راہبوں نے بھی سامی زبانوں کی خدمت کے ساتھ عربی زبان کی اشاعت کا کارنامہ انجام دیا ہے۔

چودہویں صدی میں پاپا ہونوریوس نے مشرقیات کا ایک دارالعلوم قائم کیا ۱۳۱۱ء میں جب مجمع علمی کا انعقاد وائنا میں ہوا تو یہ تجویز پیش ہوئی کہ روم میں اسقف اعظم کے اخراجات سے پیرس میں ملکہ فرانس کی شاہانہ امداد سے اور پولینڈ، اکسفورڈ، سلوبنکا میں راہبوں اور پادریوں کے چندہ سے عبرانی اور عربی زبان کے مدارس کا افتتاح کیا جائے غرضکہ چودہویں صدی تک اکثر علوم وفنون عربیہ کی نشر واشاعت کا کام بڑی ہم آہنگی کے ساتھ شروع ہو گیا تھا لیکن اٹھارویں صدی میں یورپ کی فضاء حربی نے اُن مدارس کو مسمار کر دیا۔

اٹھارویں صدی میں سب سے پہلے ۱۷۹۵ء میں فرانس نے ایک مشرقی دارالعلوم کا افتتاح کیا جس میں عربی فارسی اور ترکی کی تعلیم دیجاتی تھی۔ یہی وہ مشہور دارالعلوم ہے جس کی نقل یورپ کے دوسرے شہروں میں کی گئی ہے۔ اس دارالعلوم سے علماء فضلاً کی بڑی تعداد فارغ ہوئی۔ المانی، فرانسیسی اور اطالوی مستشرقین کے ہمدا ولین بننے کا شرف اسی درسگاہ کو ملا۔ ۱۸۹۵ء میں اس درسگاہ کی صد سالہ جوبلی کی تقریب نہایت اہتمام کے ساتھ منائی گئی اس موقعہ پر اساتذہ اور طلبہ نے علوم مشرقیہ پر بہت سے مفید مضامین لکھ کر پیش کئے۔

یہ یورپ میں علوم مشرقیہ کی ترویج کی ابتدائی تاریخ ہے لیکن اس کے بعد ہی جب اہل یورپ کو ان علوم سے دلچسپی اور شغف پیدا ہوا تو وہ تراجم کے علاوہ خود ان علوم کے محافظ بن گئے جن کی حفاظت کے لئے انہوں نے ادارات علمیہ اور مجالس مشرقیہ کی بناء ڈالی تاکہ اصل علوم بھی عربی زبان میں محفوظ رہیں۔ صاحب آداب العربیۃ لکھتا ہے۔

اٹھارہویں صدی کے اختتام پر مشرقی علوم کی اشاعت کا سب سے بڑا ذریعہ ایشیاٹک سوسائٹیز ہیں ۱۷۷۸ء میں جزائر ہند مقبوضہ ہالینڈ کے شہر بیتویا (باتاقیا) میں سب سے پہلے ایک ایشیاٹک سوسائٹی قائم ہوئی ۱۷۸۴ء میں سر ولیم جانس نے جنرل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں قائم کی جس نے بہت کامیابی حاصل کی۔ خود سر ولیم بہت بڑا مستشرق تھا اور جس نے ان علوم پر متعدد کتابیں تالیف کیں ۱۷۸۸ء میں بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کا قیام عمل میں آیا۔

اسی زمانہ میں انگلستان میں بھی علوم مشرقیہ کا وارد دورہ ہوا۔ کیمبرج، اور اکسفورڈ کے نصاب تعلیم میں یہ علوم وفنون داخل کئے گئے۔ اکسفورڈ کے زیر نگرانی ایک مطبع قائم کیا گیا جس نے مشرقیات پر بہت سی کتابیں شائع کیں Pocock ، CARLYLE وغیرہ نے بہت بڑے خدمات انجام دئیے۔ موخرالذکر کیمبرج میں عربی کا پروفیسر تھا جس نے آداب العرب پر ایک مبسوط کتاب لکھی ہے۔

۱۸۲۳ء میں انگریزوں نے بھی ایک ایشیاٹک سوسائٹی قائم کی جس کا نام برٹش اینڈ آئرلینڈ رائل ایشیاٹک سوسائٹی رکھا۔ اس سوسائٹی کے قائم کرنے میں وہ انگریز علماء کوشاں تھے جو علمائے علم الآثار تسلیم کئے جاتے تھے۔

مشرقیات کے متعلق فرانسیسی مستشرقین کی کوششوں کا سب سے پائیدار اور مفید

پیرس ایشیاٹک سوسائٹی کا وجود ہے جس کو ۱۸۲۱ء میں ڈی ساسی اور اس کے معاصر مستشرقین اور شاگردوں نے قائم کیا تھا۔ ۱۸۲۲ء میں سوسائٹی کی طرف سے ایک علمی رسالہ نکالا گیا جو ہر سال دو جلدوں میں شائع ہوتا ہے۔

بیرن ڈی ساسی مشرقیات میں وحید العصر سمجھا جاتا تھا۔ اس کی کوششوں نے تمام یورپ کو مشرقی علوم کی طرف متوجہ کیا۔ اس کے تلامذہ نے ادبیات مشرقیہ کی تاسیس و تالیف میں ممتاز خدمات انجام دیں۔ خود ڈی ساسی، عبرانی، سریانی، کلدانی، سامری، عربی، فارسی اور ترکی زبانوں کا عالم تھا۔ اس نے بہت سی کتابیں ایڈٹ کر کے شائع کیں۔ بہت سی لائبریریوں کی تاسیس کی عزت حاصل کی اور تقریباً دو سو سے زیادہ مشرقی تصانیف کی اشاعت کا محرک بنا۔ ۱۸۳۸ء میں وفات پائی۔

جرمن میں بھی اسی عہد میں السنہ مشرقیہ کا عموماً اور عربی زبان سے خصوصاً ذوق قائم ہوا۔ جرمن مستشرقین کے اہل قلم ارباب ہمت نے اس غرض سے ایک جماعت قائم کی جس کے ممتاز ممبروں میں ایوالڈ تھا۔ اس جماعت کی طرف سے ایک مشرقی رسالہ بھی جاری ہوا جس میں عربوں کی تاریخ اور لٹریچر پر بہت سے مضامین شائع ہوئے۔

یہی انجمن ۱۸۴۵ء میں عظیم الشان جرمن ایشیاٹک سوسائٹی کے قالب میں بدل گئی ۱۸۴۷ء میں اس کا خاص علمی رسالہ شائع ہونے لگا۔ یہ سوسائٹی اب تک نہایت عزم و استقلال سے اپنا کام انجام دے رہی ہے چنانچہ اس کی پچاس سالہ جوبلی بڑے اہتمام سے منائی گئی۔

فرانس میں اس دور میں علامہ ڈی ساسی کے شاگردوں کا دور دورہ تھا جو علم مشرقیہ کی ترقی اور تحفظ میں اپنے استاد کے قدم بقدم چل رہے تھے۔ اس کے علاوہ بہت سے

مستشرقین نے علوم عربیہ کی خدمت کا شرف حاصل کیا ہے عربی زبان کے عشاق میں موسیو پیرانی کا بھی نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ جس نے کثیر التعداد عربی تصانیف کو طبع کرایا۔

غرضکہ انیسویں صدی کے وسط میں فرانس اٹلی۔ جرمنی انگلینڈ ہالینڈ اسٹریا اسپین اور روس میں مشرقی علوم وفنون کا وہ چرچا ہوا جس نے سارے یورپ میں نئی زندگی پیدا کردی۔ بڑے بڑے اساتذہ مستشرقین ہوئے۔ جن کے ارد گرد تلامذہ کا مجمع رہتا تھا۔ عظیم الشان مطابع کا قیام عمل میں آیا۔ مفید اور کارآمد سوسائیٹیاں ادارے اور چھوٹے چھوٹے حلقہ ہائے درس کا افتتاح ہوا۔ ریسرچ اور تحقیقات۔ اکتشافات اور اختراعات کے مدارج طے کئے گئے۔ اسی طریقہ پر مشرقی علوم وفنون نے یورپ میں ایک نئی روح پھونکی۔ اور ان کی اجتماعی زندگی کی ظلمت کو نور سے بدل دیا۔

یورپ کی اس صدائے بازگشت نے سب سے پہلے مصر کو متاثر کیا بڑے بڑے علماء وفضلاء نے تحقیق اور مطالعہ کرکے متعدد اہم ترین تصانیف کو شائع کیا اور مشرقی علوم وفنون کی ترویج میں اپنے سابقہ قدیم طریقہ تعلیم میں انقلاب پیدا کیا مصری مطابع نے بہت سی نادر الوجود کتابوں کو شائع کرکے علمی دنیا پر عظیم الشان احسان کیا جس کے بعد خود مصری حکومت کو علامہ احمد زکی بک کی پرزور تحریکوں کی بناء پر علوم قدیمہ کی نشر واشاعت کی طرف توجہ ہوئی اور محمد سعید پاشا وزیر مصر نے بڑی حوصلہ افزائی کے ساتھ ان تحریکات کو علمی جامہ پہنانے میں ان کی معاونت کی۔ چنانچہ سنہ ۱۹۱۰ء میں ایک باضابطہ مجلس کا انعقاد ہوا جس میں علوم وفنون عربیہ کی اہم ترین نادرہ روزگار کتابوں کا انتخاب کیا گیا۔ اور ایک نظام العمل مرتب ہوا جس میں بہت سے علماء

فضلا کی رائیں شریک کی گئیں پھر یہ قرار پایا کہ اس نظام العمل پر مصری حکومت کو جلد از جلد توجہ مبذول کرنا چاہیئے تاکہ ان نوادر کی اشاعت سے علمی دنیا کو استفادہ کا موقع مل سکے اور ایک بڑی رقم اس نظام العمل کی تکمیل میں صرف کیجائے۔

جس میں غایۃ الادب فی فنون الادب للنویری مسالک الابصار فی ممالک الامصار لابن فضل اللہ العمری پر خاص توجہ مبذول کی گئی۔

ہندوستان میں ادارات نشر و طبع

ہندوستان میں سب سے پہلی مشرقی مجلس ایشیاٹک سوسائٹی آف کلکتہ ہے جو سر ولیم کے مساعی سے ۱۷۸۴ء میں وجود میں آئی جس نے مخطوطات فارسی اور عربی کو نہایت عمدگی کے ساتھ طبع اور شایع کیا اور اب بنگال ایشیاٹک سوسائٹی انہی خدمات کو انجام دے رہی ہے اس کے علاوہ کوئی باضابطہ مجلس ان مقاصد و اغراض علمیہ کے مد نظر قائم نہیں ہو سکی البتہ بعض علماء اور فضلاء اپنے خالص علمی ذوق کی بنا پر متعدد کتابیں تصحیح کر کے شائع کرتے رہے ان کے حواشی مرتب کئے اور مخصوص طور پر مقدمہ مدون کیا جن میں مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ جنہوں نے فقہ و حدیث کی بعض اہم اور نادیدہ کتابوں کو شائع کر کے ہماری آنکھوں میں نور پیدا کیا اور مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ جن کے شغف تحقیق نے ہم تک جامع صحیح بخاری کا ایک نایاب نسخہ پہنچایا ہے اور جس کو ہم اب تک درسیات میں متجسسانہ نظر سے دیکھتے ہیں۔ یہ حدیث کی ایک مکمل خدمت شمار کی جاسکتی ہے۔ جس کا شرف ایک ہندی عالم کو نصیب ہوا اسی کے ساتھ نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم والی بھوپال کو بھی قلمی کتابوں کی اشاعت کا شوق دامنگیر ہوا چنانچہ بہت سی کتابیں خاص طور پر تصحیح اور تحشیہ کے ساتھ طبع کرائیں۔ اور علمی دنیا میں ایک خاص شہرت حاصل کی۔

منتفرق کوششوں سے بعض مطابع میں مخصوص علوم وفنون کی نشر واشاعت کا کام
ہندوستان میں انجام پاتا رہا لیکن کوئی باضابطہ ادارہ یا سوسائیٹی قائم نہ ہو سکی جس کی
ضرورت عرصہ سے ملک میں محسوس کیجارہی تھی۔

اس ضرورت کا حقیقی احساس نواب عماد الملک (مولانا سید حسین صاحب بلگرامی)
مرحوم ومغفور کو ہوا۔ نواب صاحب مرحوم مشرقی علوم وفنون سے گہرا شغف رکھنے کے
باوجود انگریزی زبان کے مسلم الثبوت ادیب۔ فرانسیسی زبان کے عالم اور آخر وقت تک
فارسی وعربی کے ایک اسکالر (طالب علم) کی حیثیت سے زندگی بسر کرتے رہے۔
انہوں نے بحیثیت ناظم تعلیمات سرکار نظام سب سے پہلے مشرقی علوم وفنون کی حفاظت
اور ان کی نشر واشاعت کی تحریک پیش کی ان کے مساعی جمیلہ سے حکومت آصفیہ نے
ایک اسٹیٹ لائبریری کتب خانہ آصفیہ کے نام سے قائم کرنے کی منظوری عطا فرمائی
جس میں نوادر کتب کی حفاظت پر خاص توجہ مبذول کی گئی اور اب اس کتب خانہ
میں تقریباً ۲۲ ہزار کتابیں فارسی وعربی کی محفوظ ہیں۔

اس مقصد کی تکمیل کے ساتھ ساتھ وہ اس اہم ترین نشاۃ علمیہ کی طرف متوجہ
ہوئے کہ علوم اسلامیہ کے احیاء کے لئے ایک خاص مجلس قائم کی جائے جس میں ان
علوم وفنون کی کتابیں طبع اور شائع کیجائیں جو زمانہ کے ہاتھوں ضائع اور برباد ہو رہی
ہیں۔ ان کے اس احساس کو قوی کرنے میں بڑا ہاتھ مولانا ملا عبد القیوم صاحب مرحوم
کا ہے جو ایک جید فاضل ایک پرجوش مخلص رہنمائے قوم اور نہایت آزاد خیال بزرگ
تھے ان کے دل میں اسلامی علوم وفنون کی غیر معمولی عظمت تھی اور اس مقصد کی تکمیل میں
وہ تاحیات دامے، درمے، سخنے، کوشاں رہے۔ اس قسم کے علمی ادارہ کی تاسیس میں

ایک اور فرید عصر ذات مولانا انوار اللہ خان صاحب نواب فضیلت جنگ مرحوم معین المہام امور مذہبی کی تھی جنہوں نے نہ صرف اپنے علمی مذاق سے ادارہ کو مستفید فرمایا بلکہ شاہانہ انعطاف اور قومی التفات کے باعث بنے۔ غرضکہ مشرق و مغرب کے ان اساطین علم و فضل نے جن کو مربیان تعلیم دکن کے لقب سے یاد کرنا چاہیے نہایت ہم آہنگی اور مستعدی کے ساتھ انہیں اغراض عالیہ کے مدنظر ایک مجلس بنام دائرۃ المعارف قائم کرنیکی تجویز پیش کی۔

رفتہ رفتہ اس خالص علمی مقصد سے علماء و فضلاء اور امراء دکن کو دلچسپی پیدا ہوئی چنانچہ تنظیم اول کے وقت ہی سب سے پہلے نواب سر وقار الامراء بہادر معین المہام عدالت و تعلیمات نے نہایت پرجوش طریقہ پر اس کا خیر مقدم کیا اور صدارت قبول فرماکر اس مجلس کو اعزاز بخشا نواب صاحب مذکور الصدر کو علوم اسلامیہ سے گو زیادہ دلچسپی نہ تھی لیکن ان ارکان مجلس کی مستعدی علمی دلچسپی اور مخلصانہ خدمات نے اُس کی طرف اس حد تک متوجہ کیا کہ ابتدائی اجلاس میں جو ۱۲۹۲ف میں منعقد ہوا ایک افتتاحی تقریر فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے۔

"ملا عبد القیوم اور نواب عماد الملک نے علوم اسلامیہ اور فنون قدیمہ کو حوادث زمانہ سے محفوظ کرنے کی طرف مجھے متوجہ کیا واقعۃً یہ امر افسوس کے قابل ہے کہ علوم اسلامیہ اور حقائق تاریخیہ کا بڑا حصہ زمانہ کے ہاتھوں تباہ اور برباد ہو رہا ہے، اور ہم تماشہ دیکھ رہے ہیں ہمارا فرض اولین ہے کہ ان قیمتی ذخائر کی حفاظت نشر و اشاعت اور بقاء کی پوری جد و جہد کریں تاکہ موجودہ قومیں ان سے مستفید ہو سکیں اور آئندہ نسلیں اپنے لئے سرمایۂ حیات بنا سکیں۔

اس خیال کو میں نے بنظر استحسان دیکھا اور ان فرائض کی ضرورت کا احساس کر کے ایک علمی مجلس دائرۃ المعارف کے نام سے قائم کرنیکی تجویز کو میں نے پسند کیا جس کا اہم مقصد یہ رکھا جائے کہ علوم عربیہ کی ان نادر الوجود کتابوں کو صحت کے ساتھ طبع اور شائع کیا جائے جو تباہی اور بربادی میں پڑی ہوئی ہیں۔"

رئیس مجلس کے ان مخلصانہ جذبات نے اصحاب علم وفضل ارباب ہمت اور اکابر حکومت کو ہمہ تن مستعد کر دیا چنانچہ مولانا مفتی محمد سعید مدراسی ۔ مولانا سید مظفر الدین نواب وقار الملک ۔ نواب محسن الملک ۔ نواب اقبال یار جنگ اور نواب رفعت یار جنگ بہادر وغیرہ اس کی امداد اور سرپرستی کے لئے تیار ہو گئے ۔ اور ڈاکٹر سر سید احمد ۔ مولانا شبلی ۔ مولانا حالی اور مولانا عبد الحق خیر آبادی جیسی اہم ترین شخصیتوں نے اس کی رکنیت کو قبول فرماکر اس کے مقاصد علمیہ کے معاون بنے ۔

نواب سر وقار الامراء بہادر نے بہت جلد بوساطت نواب سر آسمانجاہ بہادر مدار المہام وقت اس مجلس کے اغراض ومقاصد کی اہمیت اور عظمت ۔ اس کی ضرورت اور ملک کی معاونت کے متعلق ایک عرضداشت اعلیحضرت غفران مکان میر محبوب علیخان نظام الملک آصفجاہ سادس کی پیشگاہ اقدس میں گزرانی جس میں شاہانہ توجہ اس مجلس کی امداد اور سرپرستی کی طرف منعطف کرائی ۔ اعلیحضرت غفران مکاں نے نہایت خندہ پیشانی سے اس ادارہ کی امداد اور سرپرستی کو قبول فرمایا اور ۲۴ جمادی الآخرہ ۱۳۰۸ھ کو منشور خسروی سے سرفراز فرمایا گیا ۔

اس اعزاز شاہی کے بعد سے ارکان مجلس نے زیادہ حوصلہ افزائی کے ساتھ زیر صدارت نواب سر وقار الامراء علمی خدمات کا آغاز کیا اور اہم ونادر الوجود کتابیں

طبع اور اشاعت کے لئے منتخب کیں اور کافی دیدہ ریزی کے ساتھ علماء و فضلاء نے ان کو مرتب کر کے شائع کیا جن میں قابل ذکر کنز العمال آٹھ جلدوں میں تذکرۃ الحفاظ چار جلدوں میں مسند ابی داؤد طیالسی اور استیعاب دو جلدوں میں طبع ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ ان علماء و فضلاء ارکان و صدر مجلس پر اپنی رحمت نازل فرمائے جن کے مساعی جمیلہ سے یہ اہم کام انجام پائے۔

دائرۃ المعارف کا وجود

اعلیحضرت سلطان العلوم میر عثمان علیخان بہادر خلد اللہ ملکہ و دولتہ کا عہد میمنت دولت آصفیہ کی تاریخ میں ایک جدید دور کا افتتاح کرتا ہے جس کو زمانہ دور عثمانی یا تاریخ عہود عثمانیہ کے الفاظ سے یاد کریگی اس خورشید علم کے طلوع ہوتے ہی انوار علمیہ سے ملک کا گوشہ گوشہ جگمگا گیا ہر ذرہ اکتساب ضوء کر کے چمک اٹھا اور شب کی ظلمت علوم و معرفت کے خزائن برقیہ سے کافور ہو گئی۔ جامعہ عثمانیہ جیسی یگانۂ روزگار یونیورسٹی کا افتتاح ہوا جس میں علوم مغربیہ اور مشرقیہ کا امتزاج ہوا دار التالیف دار التراجم کی تاسیس ہوئی جس نے مصر بغداد اسپین اور قیروان کے اوراق تاریخ الٹ دئے۔ قریہ قریہ میں مدارس اور معاہد کی بناتے دکن کو ایک جدید راہ علم پر چلا دیا۔ ملک کے آثار قدیمہ معابد عتیقہ اور اخبار تاریخیہ کی بقاء کے لئے وفاتر کا قیام عمل میں آیا۔ غارہائے اجنٹہ اور ایلورا کی قدیم یادگاروں کی حفاظت کے لئے خزائن عامرہ کے دروازہ کھولدئے گئے۔ جس کے صحیح اعداد پر جناب مولوی غلام یزدانی صاحب

ناظم آثار قدیمہ بہترین طریقہ پر روشنی ڈال سکتے ہیں جن کے مساعی جمیلہ نے اس محکمہ کو بقاء دوام کی سی صورت پیدا کر دی ہے)

ان ہی فیوض و برکات عثمانی کا ابر نیساں۔ علم وفضل۔ اخلاق و آداب، آثار و اخبار۔ صنائع و بدائع۔ ترقیات عامہ و تجاویز رفاہیہ کی بارش سے ذرہائے دکن بقاع ہند۔ سرزمین عرب و عجم کو سیراب کر رہا تھا کہ یکایک صدف معارف میں بھی ایک ایک قطرہ ٹپکا جو گرتے ہی دائرہ بنا۔

جمادی الاولیٰ ۱۳۴۸ھ میں اعلیحضرت خسرو دکن خلد اللہ ملکہ نے اس ادارہ کی طرف توجہ مبذول فرمائی اور تصحیح کتب قدیمہ کے لئے ایک جدید محکمہ کے قیام کی منظوری عطا فرمائی حسب فرمان خسروی نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر صدر المہام فینانس۔ نواب عماد الملک بہادر صدر مجلس دائرۃ المعارف اور نواب مسعود جنگ بہادر معتمد مجلس نے اس ادارہ کی جدید تنظیم کی باگ اپنے ہاتھ میں لی اور اس جدید اعزاز شاہی کے بعد ہی ان کارفرماہستیوں نے اس کے خدمات علمیہ میں توسیع اس کے مقاصد کی تکمیل اور دیگر اہم وسائل کی تعمیر کی طرف توجہ مبذول کی ایک دار التصحیح قائم کیا گیا علماء فضلاء کا انتخاب عمل میں آیا۔ اہم اور نادر الوجود کتابیں منتخب کی گئیں ان کے متعدد قلمی نسخے فراہم کئے گئے جن پر مقابلہ اور تصحیح کا کام انجام دیا گیا۔ اور نہایت محنت اور جانفشانی سے یہ کتابیں حلیہ طبع سے آراستہ ہوئیں۔

اس وقت تک اس ادارہ نے جملہ علوم و فنون کی ۸۷ کتابیں طبع اور شائع کی ہیں جن میں بعض کی بارہ اور بعض کی آٹھ جلدیں بھی ہیں اس طور پر تقریباً دو سو مجلدات کی اشاعت کی خدمت کے انجام دینے کا شرف حاصل کر چکا ہے۔

تاریخ میں (۵) تراجم میں (۷) رجال میں (۴) فلسفہ و طبیعات میں (۲۰) عقائد میں (۸) کلام میں (۳) ہیئت و مناظر میں (۲) سیر میں (۲) تصوف میں (۹) ادب میں (۵) لغت میں (۴) فقہ و حدیث میں (۱۲) اور بعض دوسرے علوم و فنون کی کتابیں بھی ایک ایک طبع ہو چکی ہیں۔

ان نوادر کی طبع و اشاعت پر مجلس نے ایک گرانقدر رقم صرف کی ہے اور بڑے اہتمام کے ساتھ اس کام کو انجام دیا گیا ہے بطور مثال بعض کتابوں کا تذکرہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

۱۔ جمہرہ ابن درید المتوفی ۳۲۱ھ جو لغت کی پہلی مبسوط کتاب ہے جس کے لئے ہندوستان پیرس اور انگلستان کے قدیم نسخے جمع کئے گئے اور سات نسخوں کے مقابلہ کے بعد یہ کتاب تین جلدوں میں طبع اور شائع کی گئی اور ایک انڈکس شائع کیا گیا۔

۲۔ سنن کبریٰ مصنفہ امام بیہقی المتوفی ۴۵۸ھ جو حدیث کی ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس کے متعلق علماء و فضلاء نے متفقہ طور پر رائے ظاہر کی ہے کہ امام بیہقی نے سب سے پہلے نصوص شافعیہ کو دس مجلدات میں مدون کیا ہے۔ جو محدثانہ اصول پر مبنی ہے۔ اب تک آٹھ جلدیں اس ضخیم کتاب کی شائع ہو چکی ہیں جس پر مصر مدراس اور رامپور لائبریری کے نسخوں سے تصحیح کا کام انجام دیا گیا ہے۔

۳۔ درر کامنہ مصنفہ حافظ ابن حجر المتوفی ۸۵۲ھ۔ آٹھویں صدی ہجری کی مبسوط تاریخ ہے جس میں علماء فضلاء حکماء سلاطین وزراء امراء شعراء اور حتی کہ معمولی عہدہ داروں کے حالات قلمبند ہیں۔ مشاہیر خواتین کے تذکرے بھی اس کتاب کی اہم خصوصیت ہے۔ چار جلدوں میں مختلف قلمی نسخوں سے مقابلہ کے بعد

شائع کی گئی ہے۔

۴۔ نزہتہ الخواطر مصنفہ مولانا حکیم عبدالحی صاحب مرحوم۔ دررکامنہ میں ہندوستان کے مشاہیر کا تذکرہ خال خال تھا اس لئے تاریخی اہمیت کا لحاظ کر کے نزہتہ الخواطر بطور ضمیمہ دررکامنہ شائع کی گئی تاکہ اس نقص کی تکمیل ہو سکے۔ اس کتاب کی اشاعت سے ہندوستان کی آٹھویں صدی ہجری کی تاریخ کا باب منکشف ہوتا ہے۔

۵۔ معجم الامکنہ اس کتاب کے ذیل میں ہندوستان کے قدیم بلاد اور اماکن کا جغرافیہ مرتب کر کے شائع کیا گیا ہے۔ جو اپنی حیثیت سے دیگر ممالک کے لئے پہلی چیز ہے۔

۶۔ کتاب التیجان لابن ہشام ملوک حمیر کی سب سے قدیم تاریخ جس کا ذکر ابتدا میں کیا جا چکا ہے نہایت اہتمام سے طبع اور شائع کی گئی ہے جس پر ایک فاضل مستشرق نے حواشی بھی لکھے ہیں۔

۷۔ اخبار عبید بن شریہ۔ جو عربوں کے افسانہ نگاری کی ابتدائی تاریخ پر شاہد ہے اس ادارہ کے اہتمام میں شائع ہو چکے ہیں۔

۸۔ رسائل بو علی سینا جس کا ایک مجموعہ مصر و یورپ میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کو چھوڑ کر بقیہ رسائل ۹ کی تعداد میں طبع کئے گئے ہیں۔

۹۔ رسائل فارابی جس کا ایک ایک صفحہ مقالات ارسطو کا ہموزن ہے اس کا اکثر حصہ یہاں طبع ہو چکا ہے۔

۱۰۔ تنقیح المناظر مصنفہ کمال الدین ابو الحسن الفارسی۔ جو علم مناظر و مرایا کی اہم ترین کتاب ہے اور علامہ ابن ہیثم کے متون کی شرح ہے۔ علامہ موصوف اپنے عصر کا ریاضی ہیئت نجوم میں امام وقت تسلیم کیا گیا ہے اور علم مناظر کے اصول کا

مدون اول مانا گیا ہے۔ عرصہ تک یورپ اس کی اہم ترین تصانیف سے مستفید ہوتا رہا۔

نظام العمل جدید

مجلس دائرۃ المعارف گزشتہ تین سال سے ایک جدید نظام العمل کی تکمیل میں ہمہ تن مشغول ہے یہ نظام العمل علماء شام و حجاز فضلاء مصر و عراق مستشرقین یورپ اور دیگر افاضل کی متحدہ رائے سے مرتب کیا گیا ہے جس میں مختلف علوم و فنون کی ۱۴۰ نادر الوجود کتابیں ہیں گویا یہ اپنی حیثیت سے پہلا نظام العمل ہے جو مختلف ماہرین فن ادبا عصر محققین زمانہ اور مبصرین علوم قدیمہ کی خیالات کا آئینہ ہے۔

اس وقت تک اس نظام العمل کی متعدد اہم کتابیں تصحیح سے فارغ ہو چکی ہیں۔ جن میں قابل ذکر کتابیں یہ ہیں۔

۱۔ کتاب المنتظم لابن الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ تاریخ کی ایک مبسوط کتاب ہے اس کی پانچویں چھٹی ساتویں جلدیں قسطنطنیہ اور پیرس کے نسخوں سے پروفیسر کرنکو مرتب کر رہے ہیں۔

۲۔ کتاب الجماہر فی معرفۃ الجواہر للبیرونی المتوفی سنہ ۴۴۳ھ۔ یہ فلزیات کی معروف ترین کتاب ہے جو اس سے قبل مصری حکومت کے لائحہ عمل میں بھی شریک تھی تین نسخوں سے اس کی تصحیح کا کام انجام پا چکا ہے اور اب یہ زیر نظر ثانی ہے۔

۳۔ تاریخ کبیر امام بخاری۔ رجال تاریخ کی سب سے پہلی اور معتمد علیہ تصنیف ہے جو عرصہ تک ائمہ فن کی جولانگاہ رہ چکی ہے قسطنطنیہ اور مصر کے نسخہ سے رفقائے دائرۃ المعارف مرتب کر رہے ہیں۔

۴۔ کتاب المعتبر لابی برکات البغدادی۔

منطق، فلسفہ اور الہیات کے مضامین پر محتوی ہے۔ یہ وہی کتاب ہے جس کے متعلق یہ لکھا جا چکا ہے کہ اس کے مصنف نے فلسفہ ارسطو کے خلاف ائمہ فن کی رائیں درج کی ہیں اور پر زور طریقہ استدلال سے ان کی تصویب اور تغلیط کی ہے۔ قسطنطنیہ کے ایک قدیم ۵۵۶ھ کے مکتوبہ نسخہ سے رفقاء دائرۃ المعارف مقابلہ اور تصحیح کا کام انجام دے رہے ہیں۔

۵۔ متوسطات شیخ نصیر الدین طوسی۔

یہ رسائل یونانی ماہرین ہندسہ، اور ریاضیات کے شروح کی حیثیت رکھتے ہیں، جن پر اپنے اپنے زمانہ میں مختلف کاملین فن نے زور قلم صرف کیا ہے۔ شیخ نصیر الدین طوسی جو ساتویں صدی کا مشہور عالم ریاضیات گزرا ہے۔ اس نے نہایت اہتمام وصحت کے ساتھ ان رسائل کو مدون کیا ہے۔ ان رسائل کا قلمی نسخہ ۷۲۳ھ کا مکتوبہ رامپور لائبریری میں محفوظ ہے۔ جس سے نقل ومقابلہ کا کام جاری ہے۔

ان رسائل کی عظمت کا اندازہ خود مصنف کی اس تحریر سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

"میں نے جب اس امر کا ارادہ کیا کہ ان کتابوں کو مدون کروں جو متوسطات کے نام سے معروف ہیں یعنی وہ کتابیں جو ترتیب تعلیمی میں کتاب اصول اقلیدس اور کتاب مجسطی لبطلیموس کے درمیان میں وسط کا درجہ رکھتی ہیں تو سب سے پہلے کتاب مانالاوس فی الاشکال الکریہ کو میں نے حاصل کیا اور اس کے متعدد نسخوں کو جمع کیا۔ جن میں آپس میں بڑا اختلاف تھا۔ مسائل کی کوئی توضیح نہ تھی، اور اصطلاحات میں بڑی پیچیدگی تھی جیسے اصلاح ماہانی، اصلاح ابی الفضل احمد بن سعد الہروی وغیرہ یعنی بعض بالکل ناقص

اور ناتمام اور بعض غلط نظر آئے ۔ ان حالات کو دیکھ کر کتاب کے مسائل کی تشریح میں میں بہت متحیر ہوا یہانتک کہ اصلاح امیر ابی نصر منصور بن عراق رحمہ اللہ دستیاب ہوئی جس سے میں بہت سے پیچیدہ مسائل کو بقدر استطاعت حل کرسکا ۔ وما توفیقی الا باللہ ۔"

ان فنی کتابوں کے علاوہ معرفۃ علوم الحدیث للحاکم مصححہ ڈاکٹر معظم حسین صاحب عربک پروفیسر ڈھاکہ یونیورسٹی، تتمہ صوان الحکمۃ للبیہقی مصححہ ڈاکٹر کلیم اللہ صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ ۔ اعراب القرآن لابن خالویہ مصححہ پروفیسر کرنکو زیر طبع ہیں ۔

یہ امر بھی ہم خادمان علم کے لئے بے حد لایق افتخار ہے کہ اعلیحضرت سلطان العلوم خسرو دکن خلد اللہ ملکہ ومتعنا اللہ بطول حیاتہ الذہبیہ کی جشن عہد فضی کی میمون اور مبارک تقریب کے موقعہ پر مجلس دائرۃ المعارف اپنے مجوزہ نظام العمل پر عملی قدم بڑھا چکی ہے مختلف کتب خانوں سے نقل ومقابلہ، نوادر کے فوٹو، اور بڑی اہم اور مفید کتابوں کی تصحیح اور ترتیب کا کام بحمد اللہ جاری ہے ۔ جو انشاء اللہ نہایت عمدگی کے ساتھ جلد طبع اور شائع ہوسکیں گی ۔

گذشتہ پچیس سال کے دورتمکین میں اس ادارہ نے جن علوم وفنون کی نادر اور نایاب کتابوں کو طبع اور شائع کیا ہے ان کی عظمت کا لحاظ کرکے اب صحیح معنوں میں یہ دائرۃ المعارف کے نام سے مشرف ہونے کا قابل ہوگیا ہے ۔ والحمد للہ رب العالمین ۔

اس وقت یہ ادارہ جن ارباب فضل وکمال، اصحاب حکومت ودولت اور اور رفقاء علم وحکمت کے زیر ادارت اپنے علمی خدمات انجام دیرہا ہے ان کا ذکر خیر بھی ان کی شہرۂ آفاق معارف نوازی کی بناء پر ایک خادم علم کے فرائض میں سے ہے ۔

۱۹۲۶ء میں جس وقت نواب عماد الملک بہادر رئیس مجلس کا انتقال ہوا جو چالیس سال تک اس ادارہ کو اپنے علمی تجربات اور قدیم تحقیقات سے مستفید فرماتے رہے۔ انور اللہ مرقدہٗ ، تو صدارت کی کرسی کے لئے مجلس نے عالی جناب ڈاکٹر سر اکبر حیدری نواب حیدر نواز جنگ بہادر کا اس عہدہ جلیلہ کے لئے انتخاب فرمایا۔ جو عرصہ سے اس ادارہ کو اپنے فیوض و برکات سے ممنون فرما رہے تھے۔ نواب صاحب ممدوح کی ذات گرامی چونکہ حیدرآباد کی موجودہ علمی، تعلیمی اور سیاسی دور میں ایک عظیم الشان درجہ رکھتی ہے، اس لئے کرسی صدارت پر جلوہ افروز ہونے کے بعد ہی ممدوح نے دائرۃ المعارف کو جامعہ عثمانیہ کا ایک علمی اور اعزازی شعبہ بنانے کی تجویز پیش کی جو بارگاہ خسروی سے منظور فرمائی گئی۔

اور اس ادارہ کو دو مجلسوں میں منقسم کیا گیا۔

(۱) مجلس انتظامی (۲) مجلس علمی

عہدہ داران مجلس انتظامی۔

(۱) عالی جناب نواب ڈاکٹر سر حیدر نواز جنگ بہادر باتقابہ — صدر نشین

(۲) عالی جناب نواب مہدی یار جنگ بہادر معین امیر جامعہ وصدر المہام سیاسیات و تعلیمات — معتمد مجلس

نواب صاحب انگریزی زبان کے مشہور ادیب فرانسیسی زبان کے عالم اور مشرقی علوم و فنون کے دلدادہ ہیں جن کی ذات گرانمایہ سے مجلس کو علمی اور انتظامی امور کی تاسیس میں بڑی غیر معمولی امداد مل رہی ہے۔

۳۔ عالی جناب نواب محمد یار جنگ بہادر رکن و صدر نشین مجلس علمی۔

نواب صاحب ممدوح اس ادارہ کے قدیم ارکان اور محسنین میں ہیں۔
علوم عربیہ کے احیاء کا بڑا شوق ہے خود نوادر کی تلاش و جستجو میں اپنا وقت صرف فرماتے ہیں۔ اس ادارہ کو آپ بحیثیت صدر نشین مجلس عاملہ مستفید فرما رہے ہیں۔

۴۔ جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب شیروانی نواب صدر یار جنگ بہادر رکن و سابق صدر الصدور دولت آصفیہ و صدر نشین مجلس علمی مولانا موصوف کی علمی و ادبی شہرت مسلم ہے۔ علوم عربیہ کے احیاء علوم مشرقیہ کے تحفظ اور تالیف و تصنیف میں اپنی زندگی کا عزیز ترین وقت صرف فرما رہے ہیں۔ اور استحفاظ کتب قدیمہ و نشریات علمیہ میں ایک بڑی رقم خطیر سے سرپرستی فرما رہے ہیں۔

اس شرف علمی کی بناء پر مجلس دائرۃ المعارف نے اعزازی اور دائمی رکن منتخب فرمایا ہے تاکہ ان کے تحقیقات علمیہ سے استفادہ کیا جاسکے۔

۵۔ عالی جناب ڈاکٹر نواب ناظر یار جنگ بہادر رکن و شریک معتمد مجلس جج ہائیکورٹ
نواب صاحب ممدوح ۱۹۳۰ء سے اس مجلس کے رکن اور شریک معتمد کے عہدہ پر فائز ہیں۔ جن کے توجہات سے تذکرۃ النوادر اور جدید نظام العمل کی ترتیب کا کام انجام پایا ہے۔

۶۔ عالی جناب مولوی فضل محمد خان صاحب ناظم تعلیمات سرکار عالی رکن
ناظم صاحب موصوف دائرۃ المعارف کے اغراض و مقاصد سے دلی ہمدردی رکھتے ہیں اور اپنے مشوروں سے اس کو تقویت پہنچاتے ہیں۔

۷۔ جناب مولوی حسین عبد المنعم صاحب رکن مجلس و مددگار معتمد فینانس سرکار عالی
ممدوح اپنے فنی معلومات سے اس ادارہ کو ہر وقت مستفید فرماتے ہیں اور

اس کی ترقی کے ساعی ہیں ۔

۸ ۔ جناب مولانا سید ظہور الحق صاحب مہتمم دائرۃ المعارف و مددگار معتمد مجلس انتظامی

مولانا موصوف نے مصر و حجاز و شام کا سفر کر کے دائرۃ المعارف کی تنظیم، اصلاح اور ترقی کے خدمات تقریباً ۳۵ سال سے انجام دے رہے ہیں جس سے ادارہ کو بڑی تقویت پہنچی ہے ۔

عہدہ داران مجلس علمی ۔ (یہ مجلس ترتیب نظام العمل ۔ تصحیح کتب، فراہمی مخطوطات اور کتب مصححہ پر تبصرہ وغیرہ کا کام انجام دیتی ہے ۔)

۱ ۔ عالی جناب نواب محمد یار جنگ بہادر ۔		صدر مجلس
۲ ۔	" نواب مہدی یار جنگ بہادر	معتمد
۳ ۔	" نواب صدر یار جنگ بہادر	رکن
۴ ۔	" نواب ضیاء یار جنگ بہادر	رکن

نواب صاحب ممدوح حیدر آباد کے مشہور علماء فضلاء اور ادباء میں سے ہیں اور کتب خانہ آصفیہ کے صدر نشین ہیں ۔

۵ ۔ علامہ مولانا محمود حسن خان صاحب — رکن

مولانا ممدوح فن رجال ۔ تاریخ اور سیر کے مشہور علماء میں سے ہیں جن کی معروف ترین تصنیف معجم المصنفین چار جلدوں میں زیر سرپرستی سرکار عالی مصر سے شائع ہو چکی ہے اور تقریباً ۶۰ جلدوں پر مدون ہو چکی ہے ۔ دائرہ کو اس فرید عصر ذات سے بڑی امداد مل رہی ہے ۔

۶ ۔ علامہ مولانا عبد اللہ عمادی صاحب رکن ۔

مولانا ممدوح تاریخ و ادب کے مشہور اساتذہ میں سے ہیں ۔ طبقات ابن سعد کا اردو میں ترجمہ مولانا کا زیر بار احسان ہے اس کے علاوہ دیگر تالیفات اور تصنیفات سے ملک بخوبی مستفید ہو رہا ہے ۔ دائرہ کو اپنے فیوض علمیہ سے ہر وقت سیراب فرماتے ہیں ۔

۷ ۔ علامہ مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی پروفیسر جامعہ عثمانیہ رکن

مولانا علوم نقلیہ و عقلیہ کے مجمع البحرین ہیں ۔ چودہ سال سے جامعہ عثمانیہ کی تدریس کی خدمت انجام دے رہے ہیں ۔ دائرہ کے اغراض و مقاصد سے دلی ہمدردی رکھتے ہیں ۔

۸ ۔ جناب علامہ شاہ عبد القدیر صاحب صدیقی سابق پروفیسر جامعہ عثمانیہ

علم حدیث اور تفسیر کے مشہور اساتذہ میں سے ہیں ۔

۹ ۔ مولانا سید عباس حسین صاحب مہتمم کتب خانہ آصفیہ ۔ رکن

مخطوطات کے معلومات سے دائرہ کو مستفید فرماتے ہیں

۱۰ ۔ مولانا سید زین العابدین صاحب رکن و مہیر شعبہ ادبیہ

علوم عقلیہ کے جید فاضل ہیں ۔ متعدد کتابیں تصحیح فرما کر شہرت حاصل کر چکے ہیں ۔

۱۱ ۔ خاکسار سید ہاشم ندوی ۔ جامع تذکرۃ النوادر ۔

ان دونوں مجلسوں کی زیر ہدایت مندرجہ ذیل علماء فضلاء علمی خدمات انجام دے رہے ہیں ۔

۱ ۔ پروفیسر ڈاکٹر کرنکو ۔ جو لغت، ادب اور تاریخ کے مشہور مستشرقین میں سے ہیں تقریباً بیس سال سے دائرہ کے علمی خدمات کو یورپ میں مقیم رہکر انجام دے رہے ہیں ۔ برلن، پیرس، برٹش میوزیم کے کتب خانوں سے نوادر کے تفحص، نقل و مقابلہ تصحیح اور تبصرہ کا کام بخوبی انجام دے رہے ہیں ۔

۲ - مولانا سید زین العابدین صاحب میر شعبۂ ادبیہ -

۳ - مولانا سید ہاشم صاحب ندوی - میر شعبۂ دینیہ -

۴ - مولانا شیخ محمد طٰہٰ صاحب عیدروسی مددگار مصحح

۵ - مولانا حکیم سید احمد اللہ صاحب ندوی "

۶ - مولانا حبیب عبداللہ صاحب حضرموتی "

۷ - مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب یمنی "

۸ - مولانا محمد عادل صاحب قدوسی "

اعلیٰ حضرت سلطان العلوم کی شاہانہ نوازشات - معزز ارباب مجلس کے فیوض و برکات علماء و فضلاء کے علمی افادات سے اگر یہ مجلس اسی طرح متمتع ہوتی رہی تو انشاء اللہ العزیز علمی دنیا میں ایک نشأۃ جدیدہ اور حیاۃ طیبہ پیدا کرنے میں فائز المرام ہوگی - وما ذالک علی اللہ بعزیز - وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین -

یادرفتگاں

چونکہ یہ مقالہ دائرۃ المعارف کے اغراض و مقاصد اور اس کی تاریخ پر مشتمل ہے اس لئے اس ذیل میں دائرۃ المعارف کے اُن ارکان مجلس اور معاونین کا تذکرہ انسب ہوگا جنہوں نے اس کی تاسیس میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا اور علمی و مالی اعانت سے اس ادارہ کو قوت بخشی اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔

شمارہ	اسماء	خدمت
	(۱) امراء و عہدہ داران سرکار عالی	
۱	عالیجناب امیر کبیر نواب سر وقار الامراء بہادر	مدار المہام دولت آصفیہ و میر مجلس دائرۃ المعارف
۲	″ نواب عماد الملک بہادر	ناظم تعلیمات و نائب میر مجلس دائرۃ المعارف
۳	″ ملا محمد عبد القیوم صاحب	کمشنر انعامات سرکار عالی و معتمد دائرۃ المعارف
۴	″ نواب محی الدولہ بہادر	صدر الصدور سرکار عالی و رکن دائرۃ المعارف
۵	″ مولانا فضیلت جنگ حافظ محمد انوار اللہ خان	صدر الصدور و معین المہام امور مذہبی ″
۶	″ نواب معزز یار جنگ بہادر	جاگیردار و رکن دائرۃ المعارف ″
۷	″ ″ فیروز یار جنگ بہادر	″ ″ ″
۸	″ ″ محبوب یار جنگ بہادر	″ ″ ″
۹	″ ″ رفعت یار جنگ بہادر	اول تعلقدار ″ ″
۱۰	″ ″ انتصار جنگ وقار الملک بہادر	″ ″ ″

۱۱	عالیجناب نواب محبوب یار جنگ بہادر	۶۰	رکن دائرۃ المعارف
۱۲	مولوی چراغ علی اعظم یار جنگ بہادر	//	//
۱۳	مولوی سر سید احمد خان جواد الدولہ بہادر	بانی مسلم یونیورسٹی علیگڈھ و //	//
۱۴	جناب بہاء الدین خان شمشیر نواز جنگ بہادر	صوبہ دار شرقی //	//
۱۵	نواب عماد جنگ بہادر	معتمد عدالت و کوتوالی امور عامہ سرکار عالی //	
۱۶	// افسر جنگ بہادر	سپہ سالار افواج آصفیہ سرکار عالی //	
۱۷	مولوی سید علی صاحب بلگرامی		رکن دائرۃ المعارف
۱۸	مولوی میر افضل حسین صاحب	میر مجلس عدالت العالیہ و //	//
۱۹	مولوی محمد یوسف الدین صاحب	صوبہ دار دولت آصفیہ //	//
۲۰	مولوی محمد عبد القادر صاحب	رجسٹرار //	//
۲۱	// محمد ذکی الدین صاحب	اول تعلقدار //	//
۲۲	// محمد عبد الباقی صاحب	// //	//
۲۳	// علی حسن صاحب	// //	//
۲۴	// محمد قطب الدین صاحب	اول تعلقدار و معتمد دائرۃ المعارف	
۲۵	مولوی محمد شبیر الدین صاحب	اول تعلقدار و معتمد دائرۃ المعارف	
۲۶	// آغا شیخ محمد صاحب	//	
۲۷	مولوی محمد حبیب الدین صاحب	صدر محاسب سرکار عالی رکن	
۲۸	مولوی سید عبد الغنی صاحب	مددگار صدر محاسب سرکار عالی رکن	
۲۹	مولوی سید غلام رسول صاحب	شریک معتمد مال //	
۳۰	مولوی ظہیر الدین احمد خان صاحب	اول تعلقدار //	

٣١	مولوی سید عبد المجید صاحب	مہتمم محبس سرکار عالی	رکن
٣٢	مولوی محمد عبد الکریم صاحب قادری	ناظم ٹپہ سرکار عالی	″
٣٣	عالیجناب نواب قمقام الدولہ بہادر	جاگیردار	″
٣٤	مولوی شوکت حسین صاحب	دوم تعلقدار	″
٣٥	جناب نواب صف شکن جنگ بہادر	جاگیردار	″
٣٦	مولوی سید نور الحسنین صاحب	″	″
٣٧	عالیجناب نواب محسن الملک بہادر		″
٣٨	مولوی سید یوسف حسینی صاحب	جاگیردار و معتمد دائرۃ المعارف	
٣٩	مولوی سید تصدق حسین صاحب	مہتمم کتب خانہ آصفیہ و رکن دائرۃ المعارف	
٤٠	مولوی عزیز مرزا صاحب	معتمد عدالت کوتوالی و امور عامہ سرکار عالی	″

(٢) فہرست اسماء معاونین از جماعت علماء و مشائخین۔

٤١	مولانا مولوی حسن الزمان صاحب المحدث الصوفی		
٤٢	″ ″ سید شاہ عبد الرحیم صاحب قادری القمیصی		
٤٣	″ ″ مفتی محمد سعید صاحب		
٤٤	″ ″ محمد عون الدین صاحب	پروفیسر عربی دار العلوم سرکار عالی	
٤٥	″ ″ حسین عطاء اللہ صاحب	مددگار فینانس	
٤٦	″ ″ سید غلام غوث صاحب شطاری القادری		
٤٧	″ ″ سید شاہ علی صاحب شطاری القادری		
٤٨	″ ″ سید شاہ صلاح الدین صاحب		″

نمبر	نام	کیفیت
٤٩	مولانا مولوی چندہ شاہ صاحب قادری	
٥٠	" " خیر المبین صاحب قادری	
٥١	" " محمد شبلی صاحب نعمانی	مؤلف سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
٥٢	" " سید عمر صاحب قادری	
٥٣	" " سید احمد صاحب شطاری	
٥٤	" " سید شیخن احمد صاحب شطاری	
٥٥	" " محمد عبد الجبار صاحب ملکاپوری	مدرس مدرسہ اعزہ و مؤلف تاریخ محبوب السلاطین و تذکرہ اولیائے دکن وغیرہ

(٣) فہرست اسماء علماء دائرۃ المعارف جنہوں نے وقتاً فوقتاً تصحیح یا دوسری علمی خدمت انجام دی ہے۔

نمبر	نام	کیفیت
٥٥	مولانا مولوی محمد عباس علی صاحب	مصحح
٥٦	مولانا مولوی وحید الزمان صاحب والد حضرت حسن الزمان صاحب محدث	"
٥٧	مولانا مولوی حبیب ابوبکر بن شہاب صاحب	"
٥٨	" " امیر حسن صاحب نعمانی	مصحح و مہتمم دائرۃ المعارف
٥٩	" " حکیم وحید الدین صاحب عالی حیدرآبادی	مہتمم دواخانہ یونانی سرکار عالی مصحح
٦٠	مولانا مولوی سید ابو الحسن صاحب امروہی	مصحح
٦١	" " قاضی محمد شریف الدین صاحب حیدرآبادی	"

٦٢	مولانا مولوی محمد عیسیٰ خان صاحب	مہتمم دائرۃ المعارف
٦٣	〃 〃 غلام مصطفےٰ صاحب	〃
٦٤	〃 〃 محمد افہام الدین صاحب فرنگی محلی	〃
٦٥	〃 〃 سید انوار الحق صاحب	مصحح
٦٦	〃 〃 محمد جعفر صاحب	〃
٦٧	〃 〃 میر موسیٰ حسین صاحب	

مذکورۂ بالا ارکان و معاونین کے علاوہ مندرجہ ذیل جلیل القدر اصحاب وقتاً فوقتاً ہمارے معاونت اور سرپرستی فرماتے رہے ہیں خدا سے دعا ہے کہ ان حضرات کو دینی اور دنیوی ترقی سے فیضیاب کرے ۔

۶۸	عالیجناب راجہ راجان مہاراجہ سر یمین السلطنۃ کشن پرشاد بہادر	پیشکار و صدر اعظم دولت آصفیہ
۶۹	عالیجناب نواب سر نظامت جنگ بہادر	سابق صدر المہام سیاسیات و رکن انتظامی دائرۃ المعارف
۷۰	〃 〃 تلاوت جنگ بہادر	سابق صدر المہام مال و رکن انتظامی دائرۃ المعارف
۷۱	〃 〃 مسعود جنگ بہادر	ناظم تعلیمات و معتمد دائرۃ المعارف ۔ ممدوح کے دور میں دائرہ نے خاص طور پر ترقی کی ہے
۷۲	عالیجناب مولوی سید محی الدین صاحب	پرنسپل عثمانیہ انٹرمیڈیٹ کالج اورنگ آباد شریک معتمد دائرۃ المعارف ۔
۷۳	〃 ڈاکٹر عبد الستار صاحب صدیقی	سابق پرنسپل عثمانیہ کالج و رکن دائرۃ المعارف
۷۴	〃 مولانا شاہ احسان اللہ صاحب سندھی	موصوف دائرہ کو گرانقدر علمی امداد سے سرفراز فرماتے ہیں ۔
۷۵	〃 مولوی حکیم سید حیدر حسینی صاحب	جاگیردار و مدرس مدرسہ طبیہ یونانی سرکار عالی سابق مصحح
۷۶	〃 مولانا مولوی علامہ سید سلیمان صاحب ندوی	بحیثیت ایک محقق عالم کے مولانا دائرہ کے علمی خدمات پر تبصرہ فرماتے اور مفید مشوروں سے معاونت فرماتے ہیں ۔

فہرست اسمائے مطبوعات دائرۃ المعارف العثمانیہ

شمارہ	اسماء	تعداد جلد	نام مصنف	کیفیت
۱	الکہف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمن الرحیم	۱	علامہ شیخ عبدالکریم سبط شیخ عبدالقادر جیلانی	بسم اللہ کی بہترین شرح ہے
۲	اعجاز البیان فی تاویل ام القرآن	۱	شیخ صدرالدین محمد بن اسحاق قونوی المتوفی سنہ ۶۷۲	سورۂ فاتحہ کی تفسیر اور ام القرآن ہونے پر بہترین استدلالات قائم کیے ہیں
۳	عمل الیوم واللیلہ	۱	علامہ ابن السنی المتوفی سنہ ۳۶۴	رات دن کے جملہ اوراد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام جمع کئے گئے ہیں۔
۴	مشکل الآثار	۴	امام طحاوی المتوفی سنہ ۳۲۱ھ	علامہ موصوف نے اس کتاب میں متعارض احادیث کو جمع کرکے جملہ اعتراضات کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔
۵	جامع المسانید	۲	قاضی القضاۃ ابو المؤید محمد بن محمود خوارزمی المتوفی سنہ ۶۶۵ھ	اس کتاب میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے محاسن و فضائل باحسن اسلوب ترتیب دئے گئے ہیں۔
۶	کنز العمال	۸	شیخ علی المتقی المتوفی سنہ ۹۷۵ھ	اس مبسوط کتاب کو علامہ سیوطی نے مرتب کیا ہے لیکن علامہ شیخ علی المتقی نے اس کتاب کو ترتیب کے سانچہ میں ڈھالا جس کے سبب یہ کتاب تمام احادیث کا مخزن کہے جانے کی مستحق ہے۔

نمبر	نام کتاب	جلد	مصنف	کیفیت
	المستدرک مع التلخیص	۴	امام ابو عبداللہ الحاکم	اس کتاب میں شرائط صحیحین کے موافق تمام احادیث جمع کی گئی ہیں نیز صحابہ کرام کے حالات بھی درج ہیں
	المعتصر من مشکل الآثار	۱	علامہ قاضی یوسف بن موسیٰ	ابو الولید باجی مالکی نے مشکل الآثار مصنفہ امام طحاوی کی تلخیص کرکے سندوں کو حذف کر دیا تھا اس لیے قاضی صاحب موصوف نے دوبارہ کتاب کی تلخیص کی اور تمام اعتراضات کے جوابات بھی دیئے ہیں
۹	کتاب الاعتبار	۱	علامہ محمد بن موسیٰ حازمی المتوفی سنہ ۵۸۴ھ	احادیث ناسخ و منسوخ میں بہترین کتاب ہے
۱۰	القول المسدد فی الذب عن مسند احمد	//	علامہ ابن حجر عسقلانی المتوفی سنہ ۸۵۲ھ	روایات مسند پر جو اعتراضات ہوئے ہیں ان کے مدلل جوابات دئے گئے ہیں۔
۱۱	تعجیل المنفعہ فی رجال الائمۃ	//	//	ائمہ اربعہ کے رواۃ کو جمع کر دیا ہے جو صحاح ستہ کے علاوہ ہیں۔
۱۲	تہذیب التہذیب	۱۲	//	یہ فن رجال کی نہایت مفید اور مستند کتاب ہے
۱۳	لسان المیزان	۶	//	متقدمین کو جن راویوں سے اختلاف تھا ان کا ذکر اپنی تنقیدی رائے کے ساتھ کیا ہے۔
۱۴	الدرر الکامنہ فی اعیان المائۃ الثامنہ	۴	//	اس کتاب میں آٹھویں صدی کے سلاطین اور امراء اور علماء کے حالات جمع کئے ہیں
۱۵	الجوہر النقی فی الرد علی البیہقی	۲	علامہ علاء الدین الماردینی ترکمانی	اس کتاب میں سنن بیہقی کے رواۃ اور احادیث پر ناقدانہ بحث کی

۱۶	نزہتہ الخواطر	۱	مولوی حکیم محمد عبدالحی صاحب مرحوم لکھنوی سابق ناظم ندوۃ العلماء	یہ الدرر الکامنہ کا تتمہ ہے جس میں آٹھویں صدی کے اعیان ومشاہیر ہند کے حالات ہیں۔
۱۷	معجم الامکنہ	۱	مولوی حاجی محمد معین الدین صاحب ندوی	نزہتہ الخواطر کے امکنہ ومقامات کا جغرافیہ ہے۔
۱۸	مسند ابی داود طیالسی	۱	علامہ سلیمان بن داود البصری	یہ فن مسانید میں بہترین کتاب ہے۔
۱۹	احادیث قدسیہ	۱	علامہ شیخ مدنی	یہ کتاب ان احادیث کا مجموعہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ بلا واسطہ کسی فرشتہ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر القاء فرمایا ہے
۲۰	شرح تراجم ابواب بخاری	۱	مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی	اس کتاب میں ابواب صحیح بخاری پر بحث کی گئی ہے
۲۱	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	۲	علامہ ابن عبدالبر رح	یہ فن رجال کی مستند کتاب ہے اس میں تمام صحابہ اور صحابیات کے حالات جمع ہیں۔
۲۲	کتاب الکنی والاسماء	۲	علامہ ابو بشر دولابی المتوفی ۳۱۰ھ	اس کتاب میں باعتبار کنیت جتنے صحابہ اور رواۃ حدیث ہیں ان سب کے اسماء درج ہیں۔
۲۳	تجرید اسماء الصحابہ	۲	علامہ ذہبی	یہ کتاب اسد الغابہ کی تلخیص ہے۔
۲۴	دول الاسلام	//	//	فن تاریخ میں مختصر تصنیف ہے۔
۲۵	کتاب الجمع بین رجال الصحیحین	//	ابو الفضل مقدسی المعروف ابن القیسرانی	اس کتاب میں رواۃ صحیحین مذکور ہیں۔
۲۶	قرۃ العین فی ضبط رجال الصحیحین	۱	علامہ عبدالغنی بن احمد البحرانی الشافعی	اس کتاب میں رجال کے متعلق چند اصول حدیث بیان کئے گئے ہیں و نیز رواۃ صحیحین کے اشتباہ کو دور کیا گیا ہے
۲۷	الجواہر المضیئہ	۲	علامہ محی الدین ابو محمد عبدالقادر القرشی المتوفی ۶۹۶ھ	فقہاء حنفیہ کا مستند تذکرہ ہے۔
۲۸	تذکرۃ الحفاظ	۵	علامہ ذہبی	حفاظ حدیث کو طبقات کے طریقہ پر ترتیب دیا ہے۔

نمبر	نام کتاب	جلد	مصنف	کیفیت
۲۹	دلائل النبوۃ	۱	علامہ ابو نعیم اصبہانی المتوفی ۴۳۰ھ	اس کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور دلائل نبوت سے مفصل بحث کی گئی ہے سیرۃ النبی کیلئے بہترین ذخیرہ ہے۔
۳۰	الخصائص الکبریٰ	۲	علامہ سیوطی	اس کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام خصائص سے مبسوط بحث کی گئی ہے۔
۳۱	مناقب امام اعظم	″	علامہ موفق بن احمد مکی المتوفی ۵۶۸ھ	اس کتاب میں امام صاحب علیہ الرحمہ کے حالات اور مناقب بیان کئے گئے ہیں۔
۳۲	الروضۃ البہیہ	۱	علامہ شیخ ابی عذبہ	اشاعرہ اور ماتریدیہ کے مسائل سے بحث کی گئی ہے۔
۳۳	السمط المجید	۱	علامہ صفی الدین احمد بن محمد مدنی قشاشی	طریقہ بیعت سے بحث کی گئی ہے۔
۳۴	الصارم المسلول	۱	علامہ ابن تیمیہ	اس کتاب میں انبیاء علیہم السلام کی عظمت و فضیلت وضاحت سے لکھی گئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی کرنے والے کی سزا سے محققانہ بحث ہے
۳۵	شفاء السقام	۱	علامہ شیخ تقی الدین سبکی	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو احادیث اور آثار صحابہ و اقوال ائمہ سے ثابت کیا ہے منکرین زیارت کی شدت سے تردید کی ہے
۳۶	کتاب الروح	۲	علامہ ابن قیم المتوفی ۷۵۱ھ	اس کتاب میں روح اور اس کے جملہ احوال سے بحث کی گئی ہے
۳۷	الذخیرہ	۱	علامہ علاء الدین طوسی المتوفی ۸۸۷ھ	یہ کتاب فن محاکمہ میں ہے۔
۳۸	فتح المتعال فی مدح النعال	۱	علامہ احمد بن محمد المغربی المتوفی ۱۰۳۹ھ	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعال مبارک کی نسبت محدثین اور مورخین کے اقوال جمع ہیں۔

۳۹	اقتراح	۱	علامہ سیوطی	اصول نحو میں بہترین کتاب ہے۔
۴۰	مصدق الفضل	۱	علامہ شہاب الدین دولت آبادی کا	حضرت کعب کے قصیدہ بانت سعاد کی شرح ہے
۴۱	الفائق	۲	علامہ ابو القاسم زمخشری	لغات حدیث میں بہترین تالیف ہے۔
۴۲	المغرب	۲	علامہ ابو الفتح الحنفی المتوفی سنہ ۶۱۰ھ	فقہ کے لغات اور اصطلاحات درج ہیں
۴۳	کتاب الازمنہ والامکنہ	۲	علامہ ابو علی مرزوقی	اس کتاب میں زمان و مکان افلاک و کواکب سے بحث کی گئی ہے۔
۴۴	النفائس الارتضیہ	۱	مصنفہ ارتضا علی خان رح	رسالہ عزیزیہ مصنفہ شاہ عبد العزیز دہلوی کی شرح ہے
۴۵	المنتہ الشراد	۱	"	اسماء باری تعالیٰ کی نسبت مفصل بحث کی گئی ہے
۴۶	مفتاح السعادہ	۲	علامہ احمد بن مصطفیٰ المعروف بطاش کبری زادہ المتوفی سنہ ۹۶۲ھ	علوم و فنون کی تاریخ میں سب سے زیادہ مستند کتاب ہے۔
۴۷	دستور العلماء	۴	قاضی عبد النبی احمد نگری	اس کتاب میں مختلف علوم و فنون کے اصطلاحات و محاورات بیان کئے گئے ہیں۔
۴۸	شرح سیر کبیر	۴	علامہ سرخسی	یہ کتاب فقہ حنفی میں بے بہا ذخیرہ ہے
۴۹	مرآۃ الجنان	۴	علامہ ابو محمد عبد اللہ بن اسعد یافعی المتوفی سنہ ۷۶۸ھ	ابتداء اسلام سے آٹھویں صدی تک کی مختصر تاریخ ہے۔
۵۰	کتاب المجتنیٰ	۱	علامہ ابن درید	اس کتاب میں ادبی نقطۂ نظر سے احادیث اور صحابہ کے اقوال عمدگی سے جمع کئے گئے ہیں۔

نمبر	نام کتاب	جلد	مصنف	کیفیت
۵۱	جمہرۃ اللغۃ	۴	علامہ ابن درید	یہ علم لغت میں مستند اور قابل قدر کتاب ہے
۵۲	سنن کبری	۸	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی	یہ کتاب علم حدیث میں نہایت جامع اور مستند ہے اسمیں بہت سی احادیث پر تنقیدی نظر سے بحث کی گئی ہے (۱۰) جلدوں پر مشتمل ہے اب تک مجلس نے (۸) جلدیں طبع وشائع کی ہیں۔
۵۳	حماسہ ابن الشجری	۱	علامہ ابو السعادات ہبۃ اللہ ابن الشجری العلوی اللغوی	یہ علم ادب کی کتاب ہے اس لائق ہے کہ درس میں شریک کیجائے۔
۵۴	کتاب التیجان	۱	علامہ ابو محمد عبد الملک بن ہشام	ملوک حمیر اور سلاطین یمن کی سب سے قدیم تاریخ ہے
۵۵	الامالی ابن الشجری	۲	علامہ ضیاء الدین المعروف بابن الشجری	اس کتاب میں نحو صرف بدیع معانی وبیان کے مفید اور ضروری مسایل جمع کئے گئے ہیں۔
۵۶	تنقیح المناظر	۲	علامہ کمال الدین ابی الحسن الفارسی	یہ کتاب علم مرایا ومناظر میں ابن ہیثم کی تصنیف کی شرح ہے۔
۵۷	کتاب الامثال	۱	زید بن رفاعہ	اس کتاب میں مصنف نے مفید امثال جمع کئے ہیں فن ادب میں بہترین کتاب ہے۔
۵۸	کتاب الاربعین للرازی	۱	علامہ فخر الدین رازی	علم کلام میں نہایت عظیم الشان کتاب ہے۔
۵۹	جوامع اصلاح المنطق	۱	علامہ زید بن رفاعہ	علم لغت میں بہترین کتاب ہے۔
۶۰	تذکرۃ النوادر	۱	مرتبہ مولوی سید ہاشم ندوی	اس کتاب میں نادر الوجود کتابوں کی تفصیل فن وار جمع کی گئی ہے جسے مجلس دائرۃ المعارف نے خاص اہتمام سے مرتب کرایا ہے۔

نمبر	نام کتاب	تعداد	مصنف	کیفیت
۶۱	الامم لایقاظ الهمم	۱	علامہ شیخ برہان الدین ابراہیم المتوفی سنہ ۱۱۰۲ھ	ان رسایل میں علمائے کرام نے سندوں کو تحقیق سے جمع کیا ہے۔ یہ مجموعہ خمسہ اسانید سے موسوم ہے
۶۲	بغیۃ الطالبین	۱	شیخ احمد النخلی المکی	،، ،،
۶۳	کتاب الامداد	۱	شیخ جمال الدین عبد اللہ بن سالم	،، ،،
۶۴	قطف الثمر	۱	صالح بن محمد بن نوح العمری المتوفی سنہ ۱۲۱۸ھ	،، ،،
۶۵	اتحاف الاکابر	۱	محمد بن علی بن علی الشوکانی مؤلف نیل الاوطار المتوفی سنہ ۱۲۵۵ھ	،، ،،
۶۶	شرح فقہ اکبر	۱	مصنفہ شیخ ابی منصور ماتریدی	نمبر (۶۶) تا (۶۹) ستہ کتب العقاید مع شرح الفقہ الاکبر سے موسوم ہے۔
۶۷	،، ،،	۱	از شیخ ابو المنتہی احمد مغنیساوی	
۶۸	شرح وصیت امام ابو حنیفہ	۱		
۶۹	کتاب الابانہ	۱	امام ابو الحسن اشعری	
۷۰	رسالۃ فی الذب عن الاشعری	۱	علامہ ابو القاسم بن درباس	جوابات اعتراضات واردہ بر امام اشعری
۷۱	ضمیمہ کتاب الابانہ			
۷۲	استحسان الخوض	۱	امام شیخ ابو الحسن اشعری	جو لوگ صفات باری تعالیٰ اور زمانہ کے متعلق غور و خوض کرنا بدعت سمجھتے ہیں ان کے جوابات لکھے گئے ہیں۔

نمبر	نام کتاب	جلد	مصنف	کیفیت
۷۳	تحفہ نظامیہ	۱	ملا علی اکبر ہمدانی	اس رسالہ میں مترادف الفاظ کا فرق بتلایا گیا ہے
۷۴	رسالہ فی حقیقۃ العلم والصناعۃ	۱	امام ابو النصر فارابی	اس رسالہ میں علم وصنعت کی تفصیلات بحث کی گئی ہے
۷۵	رسالہ اثبات المفارقات	۱	〃	طبیعیات میں بہترین رسالہ ہے
۷۶	رسالہ مسائل متفرقہ	۱	〃	مختلف مسائل پر بحث کی گئی ہے۔
۷۷	فصوص الحکم	۱	〃	تصوف وحقایق الہیہ کے مسائل لکھے گئے ہیں
۷۸	تحصیل السعادہ	۱	〃	علم طبیعیات ومعرفت پر بحث کی گئی ہے
۷۹	السیاسات المدنیہ	۱	〃	مسائل تمدن وتہذیب بیان کئے گئے ہیں
۸۰	رسالہ تنبیہ علی سبیل السعادہ	۱	〃	مسائل حصول سعادت درج کئے گئے ہیں
۸۱	رسالہ تعلیقات فارابی	۱	〃	مسائل امور عامہ اور طبیعیات پر بحث کی گئی ہے
۸۲	رسالہ الدعاوی القلبیہ	۱	〃	فلسفہ وتہذیب واخلاق سے بحث کی گئی ہے۔
۸۳	مقالہ فی اغراض ما بعد الطبیعہ	۱	〃	مسائل مابعد الطبیعہ لکھے گئے ہیں۔
۸۴	زینون الکبیر	۱	〃	مسایل علم کلام سے بحث کی گئی ہے۔
۸۵	مسالک الحنفاء فی والدی المصطفیٰ	۱	شیخ جلال الدین عبدالرحمن السیوطی المتوفی سنہ ۹۱۱ھ	مندرجہ ذیل رسائل میں نہایت واضح طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین پر حرمت نار جہنم اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد الوفات کو مدلل طور پر ثابت کیا ہے۔

۸۶	۱۔ الدرج الخنیفہ	ایک	شیخ جلال الدین بن عبدالرحمن السیوطی	۷۳
۸۷	۲۔ المقامۃ السندسیۃ	//	//	//
۸۸	۳۔ التعظیم والمنۃ	//	//	//
۸۹	۴۔ نشر العلمین المنیفین	//	//	//
۹۰	۵۔ السبل الجلیۃ	//	//	//
۹۱	۶۔ انباء الاذکیاء	//	//	//
۹۲	۷۔ تنزیہ الانبیاء	//	//	//
۹۳	۸۔ تبییض الصحیفہ	//	//	//
۹۴	رسالہ فی الفعل والانفعال	//	شیخ الرئیس ابو علی بن سینا	مندرجہ ذیل رسائل اپنے فن میں قابل قدر معلومات سے مملو ہیں۔
۹۵	رسالہ فی سر القدر	//		
۹۶	رسالہ عرشیہ	//		
۹۷	رسالہ فی السعادہ	//		
۹۸	رسالہ فی اسباب الرعد والبرق	//		
۹۹	رسالہ فی الحث علی الذکر	//		
۱۰۰	رسالہ فی الموسیقی	//		
۱۰۱	تذکرۃ السامع والمتکلم	//	علامہ بدر الدین ابن جماعۃ الکنانی المتوفی ۷۳۳ھ	اس کتاب میں فن تعلیم اور تعلم کے قدیم اصول پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے یہ کتاب بلحاظ فن نہایت اہمیت رکھتی ہے

نمبر	نام کتاب	تعداد	مصنف	کیفیت
			۷۴	دائرۃ المعارف نے خاص اہتمام سے اس کتاب کو جدید اصول تصحیح پر مرتب کرایا ہے جو قابل قدر ہے ۔
۱۰۲	جوامع اصلاح المنطق	ایک	علامہ زید بن رفاعہ	یہ کتاب علم لغت میں بطرز قدیم بہت خوبیوں سے مملو ہے جو اصلاح المنطق لابن السکیت کی حیثیت رکھتی ہے ۔
۱۰۳	کتاب احکام الوقف	"	ہلال بن یحیی بن مسلمہ الرازی تلمیذ ابی یوسف وزفر رحمہم اللہ تعالی	احکام وقف پر فقہ حنفی کی نادر کتاب ہے جس میں جزئیات وقف پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے ۔
۱۰۴	مناظرات	"	امام فخر الدین رازی	اس کتاب میں علامہ موصوف نے مختلف مسائل کے مناظرات کو جمع کیا ہے جو بہت ہی دلچسپ ہیں ۔
	میزان	۱۷۶		

ان اسفار جلیلہ کی نشر و اشاعت سے یہ امر روشن ہے کہ مجلس دائرۃ المعارف نے علوم و فنون کے (۱۷۶) نادر الوجود تصانیف کو معرض تلف سے بچا کر نہ صرف عالم اسلامی پر بلکہ تمام علمی دنیا پر ایک احسان عظیم کیا ہے جو حضرت اقدس و اعلی خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کے عہد درخشاں کی مثال تاباں بن سکتی ہے ۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۴	جاننا	جاننے کے ہیں
۳	۱۱	علما	علماء
۵	۶	اردشیرین زبابک	اردشیر بن بابک
۶	۱۴	اور عرصہ تک	اور کتنے عرصے تک
۹	۱۵	مدینۃ العلماء والحکما	مدینۃ العلماء والحکماء
۱۱	۱۰	عرض کیا	عرض کی
۱۳	۶	فقہا	فقہاء
"	۱۵	رکھتی تھی	رکھتے تھے
۱۴	۱۳	سفیر	سمیر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷	۹	علما	علماء
۱۹	۱	احیا	احیا
۲۰	۱۷	علما ہند	علمائے
۲۴	۱۶	فقہا	فقہا
۳۱	۱	علما	علما
"	۶	فقہا	فقہ
۴۳	۱	فضلا	فض
۴۷	۱۰	شب کی	شب چہل
۴۸	۶	دایرہ بنیا	گوہر دا
۵۱	۷	ادباء عصر	ادبائے عصر